

سسه ماہی

# جہاں طب

شمارہ - ۳

جلد - ۱۳

جنوری — مارچ ۲۰۱۲ء

## مدیر اعلیٰ

پروفیسر حکیم سید شاکر جمیل  
ڈاکٹر جزل، سنٹرل کوسل فارریسرچ ان یونانی میڈیسین، نئی دہلی

## مجلس مشاورت

پروفیسر حکیم محمد طیب	حکیم سیف الدین احمد
حکیم سید خلیفۃ اللہ	حکیم مظہر سبحان عثمانی
پروفیسر حکیم سید ظل الرحمن	پروفیسر انیس احمد انصاری
پروفیسر وی، انج طالب	پروفیسر اختر الواسع
حکیم خورشید احمد شفقت عظی	حکیم سید غلام مہدی

## مجلس ادارت

حکیم خالد محمد صدیقی، حکیم سید محمد حسان گرامی  
حکیم ضیاء الدین احمد ندوی، ڈاکٹر شمسداد احمد، مہر عالم خاں

## معاون مدیر

حکیم وسیم احمد عظی

## ناشر و طابع

ایڈن فنٹری پیو آفیسر  
سنٹرل کوسل فارریسرچ ان یونانی میڈیسین  
۲۱-۲۵ نئی دہلی  
۱۱۰۰۵۸۰

## خط و کتابت و ترسیل زرکاپٹہ

سنٹرل کوسل فارریسرچ ان یونانی میڈیسین  
۲۱-۲۵، نئی ٹیوشنل ایریا، جنک پوری  
نئی دہلی - ۱۱۰۰۵۸۰

قیمت فی شارہ : ۵۰ روپے  
سالانہ راتعاون : ۲۰۰ روپے

## مطبع

انڈیا آفیسٹ پریس  
اے۔ ۱، مالا پوری انڈسٹری میل ایریا، فیروز ہنگامہ، نئی دہلی - ۱۱۰۰۶۲

## کمپوزنگ

مونس کمپیوٹر سنٹر، جوگا بائی ایکسٹیشن  
جامعہ نگر، نئی دہلی - ۱۱۰۰۲۵

## صدر دفتر

سنٹرل کوسل فارریسرچ ان یونانی میڈیسین  
۲۱-۲۵، نئی ٹیوشنل ایریا، جنک پوری  
نئی دہلی - ۱۱۰۰۵۸۰

فون:

+91-11- 28521981  
+91-11- 28525982-3  
+91-11- 28520846, 28522524  
+91-11- 28525831, 52, 62, 83, 97  
+91-11- 28520501  
+91-11- 28522965  
unanimedicine@gmail.com  
<http://www.ccrum.net>

تکمیل:

ای میل:

ویب سائٹ:



## ترتیب

۵	اداریہ	مدیر اعلیٰ
۷	قرآن حکیم کی طبقی تعلیمات	حکیم شیمیم ارشاداً عظمی
۱۶	مسح الملک حکیم محمد جمال خاں۔ ایک نئے زاویہ نگاہ سے	حکیم اشہر قادر
۲۰	ابتدائی طبقی نگہداشت۔ دینی و قابلی صحت اور سی آر یو ایم کی خدمات	حکیم شارق علی خاں، طبیبہ شنگفتہ رحمن، سہیل مصطفیٰ ادھمی، حکیم اطافت علی خاں، حکیم سید شاکر جیل
۲۳	سکون نفسانی اور صحت	حکیم عبد اللہ، حکیم عبد المنان، حکیم عبدالرؤوف
۲۹	سن کھولت اور انحطاطی تغیرات	حکیم عبدالرؤوف، حکیم سیم الرحمن، حکیم عبد اللہ، حکیم عبداللطیف
۳۲	امراض کبد میں نباتی ادویہ کی افادیت۔ ایک مطالعہ	حکیم اطافت علی خاں، حکیم فخر عالم
۳۹	تفہیم تاثیرات ادویہ	حکیم نعمان انور، حکیم محمد فضیل، حکیم محمد آفتاب احمد

۲۳	کاہوکی طیٰ اور غذائی افادیت — طب یونانی اور جدید سائنس کی روشنی میں — حکیم محمد نفسیں خاں، شمس العارفین، سید محمد حسان، رفتت محمودہ
۲۷	مدرسہ طبیہ زنانہ — حکیم فخر عالم
۵۰	یونانی دوسازی — تاریخ کے آئینہ میں — حکیم شمشاد عالم، پروفیسر حکیم نعیم احمد خاں
۵۲	فصد — ایک اہم طریقہ علاج — حکیم جاوید احمد خاں، طبیبہ شنگفتہ گھہٹ، حکیم منصور احمد صدیقی
۶۱	جسم انسانی اور غذا — حکیم نسیم احمد، حکیم ملک محمد وامق امین، حکیم خالد زماں خاں

## اداریہ

علمی سطح پر ہندوستان کو اس حیثیت سے امتیاز حاصل ہے کہ یہاں طب یونانی کو معالجاتی میدان میں اعتبار کا مرتبہ اور اس کی تمام سرگرمیوں کو سرکاری سرپرستی حاصل ہے۔ یہ نظام علاج صدیوں پہلے ہندوستان آیا اور یہاں کے مزاج اور ماحول میں ایسا رچ بس گیا کہ گویا یہیں کا ہو گیا۔ ہندوستان اور یہاں لئے والوں میں جذب و قبول کی غیر معمولی صلاحیت ہے۔ یہاں ہر اچھے خیال، ہر اچھے نظریے، ہر اچھی بات اور ہر اچھی چیز کی پذیرائی ہوئی ہے اور آج بھی ہو رہی ہے۔ طب یونانی کا اصل وطن یونان تھا، لیکن اس کی آبیاری متعدد ملکوں اور تہذیبوں نے کی ہے۔ ہندوستان نے بھی اس کے فروغ میں نمایاں طور پر حصہ لیا ہے۔ بلکہ سچائی یہ ہے کہ ہندوستان آج طب یونانی کا سب سے بڑا مرکز اور اس کی شناخت کا ایک بڑا اوسیلہ ہے۔ یہ نظام علاج یہاں کب آیا؟ اس پر تحقیق کی جاسکتی ہے۔ لیکن یہ یہاں کے مزاج اور ماحول میں رچ بس گیا، یہ حقیقت ہے۔

تحقیقین بتاتے ہیں کہ سندراعظم کے ساتھ یہ نظام علاج ہندوستان آیا۔ دوسری مرتبہ جندی شاپور کے عہد میں طبی علمی روابط قائم ہوئے اور تیسرا مرتبہ بغداد کے بیت الحکمت کے حوالے سے تعلقات کی تجدید ہوئی۔ اس کے بعد آل سلطنتیں کے آخری حکمران خسرو ملک [۱۱۸۶ء۔ ۱۱۲۰ء] کے معاٹ خاص ضیاء الدین عبدالرافع ہروی نے اس نظام علاج کی سیادت کا ہندوستان میں بیڑا اٹھایا۔ شاہان غزنه، خاندان غلامان کے بعد عہد خلجمی، عہد تغلق اور عہد لوڈی میں یہ نظام علاج یہاں خوب مقبول ہوا۔ سلاطین دکن کے عہد میں یہ ہندوستانی عوام کے ذہن و زندگی سے قریب رہا۔ دکن کی خود مختاری یا مستوں میں اس کو قبولیت عام حاصل رہی اور علاج معالج کے ساتھ ہی اس کا علمی ادب بھی فروغ پاتا رہا۔

عہد مغلیہ میں اس نظام علاج کی خوب پذیرائی ہوئی۔ بعض مغل حکمران خود بھی طب یونانی میں شد بدرکھتے تھے اور ان کی معارف پروری سے صرف طب یونانی کے ماہرین، بلکہ دوسرے معاصر علوم و فنون کے یگانہ روزگار بھی ان کے دربار سے وابستہ ہو گئے۔ اس طرح مشرق کا ہر اچھا زمان اور ہر صحت مند سوق اس نظام علاج سے وابستہ ہوتی چل گئی۔ تاریخی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ ابراہیم لوڈی کی ماں کے ذریعہ زہر خورانی اور اس کے اثرات کا باہر نے جس طبیٰ حداقت سے مقابلہ کیا تھا، وہ اس کی طب یونانی کے تین ذاتی وابستگی کی ایک واضح مثال ہے۔ جلال الدین محمد اکبر بھی طب یونانی میں مہارت رکھتا تھا، اس نے متعدد شفا خانے نے تعمیر کرائے۔ جہاں گیر کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس نے خود تجربات کر کے طب کے بعض مفروضات کو مسٹر کیا تھا۔ شاہ جہاں نے دلی کی جامع مسجد کے پاس ایک نہایت عمدہ شفا خانہ بنوایا تھا۔ اور نگ زیب کو طب نبوی میں خاص دلچسپی تھی۔ اس کی ایماء محمد اکبر از انی نے جلال الدین سیوطی کی کتاب الحجۃ السوی و الحنبل الروی فی الطب العبّوی، کافارسی ترجمہ کیا تھا، اس ترجمہ کا مطالعہ اور نگ زیب کے معمول میں تھا۔ اور نگ زیب کے بعد کامغل دور عدم استحکام کا دور رہا ہے۔ ۷۰ء سے ۱۸۵۱ء تک کے اس ڈیڑھ سو سالہ دور میں متعدد مغل حکمران گزرے، تاہم ملکی عدم استحکام کی وجہ سے طب کی اس انداز میں سرپرستی نہ ہو سکی، جس طرح ماضی میں ہوا کرتی تھی۔

سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے بعد ہندوستان برطانوی سامراج کے زیرگلیں ہو گیا۔ انگریزوں نے ہندوستان کی تہذیب و ثقافت اور اس کے ذریعے سے بچانی جانے والی ہر چیز کو ختم کرنے کو شکنی، اس کی زد میں علوم و فنون بھی آئے۔ یہاں رانج دو بہت ہی مقبول نظامِ علاج یونانی طب اور آسیرو یونانی طب کی طرف مٹا دینے اور اس کی جگہ ایلوپیتھی کی تروتیک و اشاعت کا منظم منصوبہ بنایا۔ لیکن طب یونانی تو ہندوستان اور ہندوستانیوں کے مزاج اور ماحول کا ایک حصہ بن چکی تھی، اس لیے انگریزوں اس پنج کنی میں بڑی حد تک ناکام رہے۔ ان ناس از گار حالت میں عوامِ ایساں کے ساتھ ہر صاحبِ حیثیت نے، امراء، روساء، نوابوں اور راجاؤں نے اس کی سرپرستی کی۔ بعض طبی خانوادوں کی ذاتی توجہات اور مسامی نے اس کے لیے آبِ حیات کا کام کیا۔ دہلی میں خانوادہ شریفی کے مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں اور کھنڈوں میں خانوادہ یعقوبی کے حکیم عبدالعزیز نے شعورِ اورڈیشن اور سوچ کو بروئے کار لاتے ہوئے اس نظامِ علاج کی بقاء اور تحفظ کے ساتھ فروع کے مزید وسائل تلاش کرنے میں غیر معمولی جدوجہد کی اور آں اندھیا آسیرو یونانی طبی کافرنز نامی تنظیم کے ذریعہ طب یونانی اور آسیرو یونانی کے خلاف انگریزوں کی بچانی ہوئی ہر بساط پلٹ دی اور اس بارے میں ریاستوں کے بااثر افراد کے ساتھ جدید ہندوستان کی تغیر و تقلیل میں فعال طور پر حصہ لینے والوں کو بھی اپنا ہم نواز خیال بنا لیا۔

مسیح الملک حکیم محمد اجمل خاں نے آں اندھیا آسیرو یونانی طبی کافرنز کے ذریعہ طب کو ایک منظم آواز دینے کے علاوہ طب یونانی کے فروع کے لیے بہت سے اساسی منصوبے بنائے۔ اس میں نئے تناظر میں طب کے علمی اور عملی، دونوں شعبوں میں تحقیق اور ترمیم و اصلاح شامل تھی۔ طب علمی کے حوالے سے نصابِ تعلیم میں مناسب حذف و اضافہ اور یونانی طب کے مبادیات و کلیات کی روشنی میں جدید انداز کی کتابوں کی تالیف و ترتیب اور طبی کلیات کے تناظر میں جدید رہنمای خطوط کو بروئے کار لائی اور معالجاتی تحقیق ان کا نصبِ العین تھا۔



[پروفیسر حکیم سید شاکر جبیل]

مدیر اعلیٰ

# قرآن حکیم کی طبی تعلیمات

☆ حکیم شیمیم ارشاد اعظمی

آیات کی تفسیر و تشریح میں عصری علوم کا بھی سہارا لیا ہے۔ تخلیق انسان اور علم انجینئرنگ کے بارے میں تو کئی اہم کتابیں اور مضامین بھی شائع ہو چکے ہیں۔ The Quran, Bible & Science میں فلکیات، ارضیات، حیاتیات اور انسانی تخلیق کو خاص طور سے موضوع بحث بنایا ہے۔ ایک اور مغربی انسٹیٹوٹ ڈاکٹر کیتھ [Keith L. Moore] نے علم انجینئرنگ پر ایک کتاب بعنوان ”The Developing Human“ کیا ہے جس کی بدلت انسان دین و دنیا دونوں جہان میں کامیاب ہو سکے۔ The Creation of Man کی تخلیق کے متعلق ایک کتاب بعنوان ”The Development of Man“ کیا ہے۔ ایک اور مغربی انسٹیٹوٹ ڈاکٹر عبد الحمید دیاپ اور ڈاکٹر احمد قرقوزی کی ”مع الطب فی القرآن الکریم“، ڈاکٹر عبد الجید زندانی کی ”رسالہ قرآن اور سائنس“، جو علم انجینئرنگ پر ہے، محمد شہاب الدین ندوی کی کتاب ”تخلیق آدم اور نظریہ ارتقاء“، ڈاکٹر محمد رضی الاسلام ندوی کی کتاب ”تخلیق انسانی کے مراحل اور قرآن کا سائنسی اعجاز“، بھی اس سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے۔ اس کے علاوہ علم انجینئرنگ سے متعلق انگریزی، عربی اور اردو میں بے شمار مضامین لکھے گئے۔ انگریزی مضامین کے لیے اسلام سیٹ کی ویب سائٹ کو دیکھا جاسکتا ہے۔

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ایک سے زائد مقامات پر مادہ تخلیق اور انسان کے تکوئی مراحل کا تذکرہ کیا ہے۔ انسانی تخلیق کی ابتداء مادہ منویہ

یہ حقیقت ہے کہ قرآن حکیم کتاب رشد و ہدایت ہے۔ یہ کوئی سائنس اور میڈیسین کی کتاب نہیں، لیکن چونکہ اس کا تعلق براہ راست انسان سے ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں انسان کی رشد و ہدایت اور اس کی تعلیم و تربیت سے متعلق ان تمام احکام و قوانین اور علوم و معارف کو اکٹھا کر دیا ہے جس کی بدلت انسان دین و دنیا دونوں جہان میں کامیاب ہو سکے۔ قرآن حکیم علوم و معارف کا بحر بیکراں ہے اور حکمت و دانش کا جز خار ہے۔ اس میں کہیں احکام و قوانین کا درس دیا گیا ہے تو کہیں اخلاقیات اور تہذیب و تمدن کا سبق پڑھایا گیا ہے۔ کہیں یہ تخلیق کا نات کارا زکھوتا ہے تو کہیں تخلیق انسان کے اسرار و رموز سے پرداہ اٹھاتا ہے۔ کہیں اس میں تاریخ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے تو کہیں طب و سائنس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، تو کہیں کائنات اور اس میں پھیلے ہوئے اشجار و انہار، بحرو بر، نباتات و جمادات، صحر او لالہ زار کے راز ہائے سربستہ کو کھوتا ہے۔ جگہ جگہ اللہ تعالیٰ نے آفاق و نفس میں پہاں نشانِ حق کے بارے میں دعوت فکر دیا ہے۔ ”سنریہم آیاتنا فی الآفاق و فی انسفهم حتیٰ یتبینن لهم انه الحق“، جس کا مقصد اثباتِ تو حید اور اقرار بوبیت والوہیت ہے۔

قرآن حکیم میں تخلیق انسان، حفظان صحت، غذا [ماکولات و مشروبات]، ماس کا دودھ، نیندوغیرہ کا تذکرہ کئی مقامات پر آیا ہے۔ مفسرینِ قرآن نے ان

کیا ہے۔ ان کے علاوہ سورہ المؤمنون اور سورہ حج میں انسان کی تخلیق اور جتنی ارتقاء کو بڑے ہی تفصیل کے ساتھ نہایت سائنسی انداز میں بیان فرمایا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے:

”ولقد خلقنا الانسان من سُلْطَةٍ من طينٍ ثُمَّ جعلناه نطفةً في قرارٍ مكينٍ ثُمَّ خلقنا النطفة عالقةً فخلقنا العلة مضغةً فخلقنا المضغة عظماً فكسنا العظام لحمةً.“

[سورۃ المؤمنون: ۱۲-۱۳]

[ترجمہ: ہم نے انسان کو مٹی کے سوت سے بنایا پھر اسے ایک مضبوط جگہ پکی ہوئی بوندیں تبدیل کیا، پھر اس بوند کو توختہ کی شکل دی۔ پھر توختہ کے مضغہ بنایا پھر مضغہ کو ٹہیا بنائیں پھر ٹہیوں پر گوشت چڑھایا۔] ایک اور مقام پر تفصیل ہے۔

”يا ايها الناس ان كنتم في ريبٍ من البعث فانا خلقناكم من ترابٍ ثم من نطفةٍ ثم من علقةٍ ثم من مضغةٍ مخلقةٍ وغير مخلقةٍ“ [سورۃ الحج: ۵]

[ترجمہ: لوگو! اگر تمہیں زندگی بعد الموت کے بارے میں کوئی شک ہے تو تمہیں معلوم ہو کہ ہم نے تم کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر نطفہ سے پھر علقة سے پھر مضغہ سے جو کامل بھی ہوتا ہے اور ناکمل بھی۔]

جتنی ارتقاء اور تخلیق انسان سے متعلق اتنی واضح تعلیمات صرف وہی دے سکتا ہے جو سب کا رب ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ آج سے ڈیڑھ ہزار سال قبل اتنی مدد اور سائنسی انداز میں علم الجین کے بارے میں بتانا، جب نہ تو خود بین کی ایجاد ہوئی تھی اور نہ ہی اثر اسا وہ مذہب وجود میں آئی تھی۔ یہ وہی کرسکتا ہے جو سب کا خالق ہے، بلکہ احسن الاقتفیں ہے۔ یہ بھی دراصل قرآن کا ایک اعجاز ہے۔ آج طبی و سائنسی اسکالرنہ صرف یہ کہ ان تعلیمات سے متاثر ہو رہے ہیں، بلکہ مزید ان آیات کی روشنی میں اپنی تحقیقات کو آگے بڑھا رہے ہیں۔

ان آیات سے جہاں ایک طرف علم الجین کے مختلف مراحل اور اس کے اسرار و رموز اجاگر ہو رہے ہیں اور طبی و سائنسی معلومات میں اضافہ ہو رہا ہے، وہی یہ آیات دراصل اللہ تعالیٰ کی خلائقیت اور ندرتِ عمل کا ایک نمونہ بھی پیش کر رہی ہیں، جن میں قدرتِ خداوندی اور اس کی ربویت کے بے شمار اسباق و بصائر پوشیدہ ہیں۔ انہیں صرف طبی تعلیمات یا علم الجین

سے ہوتی ہے۔ اس کے بارے میں متعدد آیات موجود ہیں:

”وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ مِنَ الْمَاءِ بَشَرًا“ [سورۃ الفرقان: ۵۳]

[وہی ہے جس نے پانی سے ایک بشر پیدا کیا۔]

”الْمَنَ خَلَقَكُمْ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ“ [سورۃ المرسلات: ۲۰]

[کیا ہم نے ایک تھیر پانی سے تمیں نہیں پیدا کیا۔]

”ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهُ مِنْ سُلْطَةٍ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ“ [سورۃ الحجۃ: ۸]

[پھر اس کی نسل ایک ایسے ست سے چلائی جو حقیر پانی کی طرح کا ہے۔]

”فَلَيَنْظُرْ إِلَيْنَا إِنَّا مُخْلِقٌ هُنَّ مُخْلَقٌ“ [سورۃ طارق: ۵-۷]

[اس کے بعد قرآن نے اس پانی کے بارے میں بتایا کہ یہ در اصل نطفہ ہے، جو رحم مادر میں پکایا جاتا ہے اور جس سے انسان جنم لیتا ہے۔]

قرآن حکیم میں آتا ہے:

”هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ تَرَابٍ ثُمَّ مِنْ نَطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلْقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طَفَلًا“ [سورۃ المؤمنون: ۶-۷]

[وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ سے پھر علقة سے پھر وہ تمہیں بچے کی شکل میں نکالتا ہے۔]

”خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ نَطْفَةٍ“ [سورۃ النحل: ۳]

[اس نے انسان کو ایک ذرا سی بوند سے پیدا کیا۔]

”الْمِنْ يَكْ نَطْفَةٌ مِنْ مَنِ يُمْنَى“ [سورۃ القيامة: ۳۷]

[کیا وہ ایک حقیر پانی کا نطفہ نہیں تھا، جو رحم مادر میں پکایا جاتا ہے۔]

”وَلَقَدْ خَلَقَنَا إِنْسَانًا مِنْ سُلْطَةٍ مِنْ طِينٍ ثُمَّ جَعَلَنَاهُ نَطْفَةً فِي قرارٍ مَكِينٍ“ [سورۃ المؤمنون: ۱۲-۱۳]

[ہم نے انسان کو مٹی کے سوت سے بنایا پھر اسے ایک حفاظ جگہ پکی ہوئی بوند میں تبدیل کیا۔]

پھر قرآن حکیم نے اس نطفہ کے بارے میں مزید وضاحت فرمادی کہ انسان کی تخلیق نطفہ واحد سے نہیں ہوتی، بلکہ زوجین کے نطفہ سے ہی یہ کام مکمل ہوتا ہے:

”إِنَّا خَلَقْنَا إِنْسَانًا مِنْ نَطْفَةٍ أَمْشَاجٍ“ [سورۃ دہر: ۲: ۳]

[ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفہ سے پیدا کیا۔]

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے تخلیق انسان کے ابتدائی حالات کو بیان

تک محدود کر دینا نہیں ہے اسی نا انصافی ہے۔

قرآن حکیم کی ایک اہم تعلیم طہارت و پاکیزگی اور صحت کی حفاظت ہے۔ کیونکہ صحت کی حفاظت اسی وقت ممکن ہے جب طہارت اور پاکیزگی کے ساتھ زندگی گزاری جائے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بیش بہانمتوں سے نواز ہے وہیں صحت جیسی انمول دولت سے بھی اسے سرفراز فرمایا ہے، کیونکہ صحت وہ گوہ رہنا یا بہبود ہے جس پر انسان کی تمام ہنی، فکری اور روحانی ترقی کا دار و مدار ہے۔ اگر انسان کا دامن صحت جیسی متاع عزیز سے خالی ہے تو یہ زندگی اس کے لیے دشوار ہی نہیں بلکہ بیکار ہے۔ عبادات سے لے کر ملاشِ معاش تک صحت ایک ناگزیر ضرورت ہے، کیونکہ اس کے بغیر نہ تو عبادات کو اچھی طرح ادا کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی زندگی کو وال دوال رکھا جا سکتا ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے:

”المؤمن القوى خير من من المؤمن الضعيف۔“

اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام میں طہارت و پاکیزگی پر جتنا زور دیا گیا کسی اور مذہب و تہذیب میں نہیں ملتا ہے۔ جسم کی صفائی، روح کی پاکیزگی، گھر آنکن کی صفائی، ندی و نالوں کی صفائی یہاں تک کہ شاہراہوں کی صفائی کے بارے میں اسلام کی واضح تعلیمات موجود ہیں۔ ان میں جسم سب سے اشرف و اعلیٰ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی دلکھ بھال اور اس کو غنہداشت کے لیے قرآن حکیم میں مختلف مقامات پر اشارہ فرمایا ہے۔ حضور ﷺ نے بھی طہارت و پاکیزگی اور حفظان صحت کے متعلق اہم تعلیمات دی ہیں۔ اسی اہمیت کے پیش نظر طہارت کے بارے میں فرمایا ہے:

”الظهور شطر الايمان۔“ [مشکوٰة]

اس سلسلہ میں یہ بھی یاد رہنا چاہیے کہ شخصی و ذاتی طہارت کے ساتھ ساتھ اجتماعی پاکی و پاکیزگی بھی لازم ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر ایک خوشحال معاشرہ کا وجود نا ممکن ہے۔ اسی لیے اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

”ان الله طيب يحب الطيب، نظيف يحب النظافة،  
كريم يحب الكراهة، جواد يحب الجواد، فنظفوا اراه  
قال: افتشكم ولا تشبعوا باليهود۔“ [ترمذی باب ماجاء في النظافة]  
[بے شک اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے پاکیزگی کو پسند کرتا ہے، صاف و سفرا

صفائی و سفرا رکھو [راوی کہتے ہیں کہ میرا خیال ہے کہ انہوں نے فرمایا پس چھوٹوں کو صاف سفرا رکھو اور یہ دو یوں جیسے نہ ہو۔] وضو کے سلسلہ میں قرآن حکیم میں آتا ہے:

”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قَمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُو ا وجوهكُمْ وَ ايْدِيكُمُ إِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسِحُوا بِرُؤُسِكُمْ وَ ارْجُلَكُمُ إِلَى الْكَعْبَيْنِ۔“ [سورہ المائدۃ: ۴۲]

ذاتی و شخصی حفظان صحت اور نظافت و پاکیزگی کے متعلق یہ پہلا سبق ہے کہ جب نماز کے لیے جاؤ تو اپنے ہاتھ، چہرہ اور پاؤ کو دھولو اور سر کا مسح کرو۔ کیونکہ یہ وہ اعضاء ہیں جن پر ہم وقت گرد و غبار کا سایہ رہتا ہے۔ یہ گرد و غبار دراصل آلوگی و غلاظت کا ایک حصہ ہیں، جن پر ہزاروں جراشیم اور وائرس موجود ہوتے ہیں اور اس طرح وہ آسانی سے ہمارے ہاتھ، ناک اور منہ کے ذریعہ جسموں میں داخل ہو کر مختلف طرح کی بیماریاں پیدا کرتے ہیں۔

اسلامی لٹریچر میں کھانا تناول فرمانے سے پہلے بھی ہاتھوں کی صفائی پر کافی اہم تعلیمات موجود ہیں۔ کیونکہ ہمارے ان ہاتھوں پر بے شمار جراشیم موجود ہوتے ہیں، جنہیں ہم بہت آسانی کے ساتھ کھانے پینے کی اشیاء کے ساتھ منہ میں داخل کر لیتے ہیں۔ جس کی وجہ سے ٹائیفا نیڈل، ہیضہ، ذیحرا میباہی، ہپاٹا بیٹس اے اور پولی جیسی خطرناک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اسی طرح منہ کی صفائی بھی نہیں اہم ہے۔ جسے سائنس کی زبان میں دہنی حفظان صحت [Oral hygiene] کہتے ہیں۔ کیونکہ اگر ہم منہ کی صفائی نہیں کرتے ہیں تو منہ سے نہایت خراب بدبو پیدا ہوتی ہے۔ دانتوں میں کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں۔ مسٹر ہوں میں تغفن پیدا ہو جاتا ہے، جس کی وجہ سے ان میں ورم اور پھر پیپ جیسی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔

اسی طرح ایک مقام پر غسل کرنے کے لیے کہا گیا ہے:

”وَانْ كُنْتُمْ جَنَّاً فَاطْهُرُوا“ [سورہ المائدۃ: ۶۲]

طہارت و پاکیزگی سے متعلق ارشاد باری ہے:

”وَثَبَّاكُمْ فَطْهُرُوا وَالرَّجُزُ فَاهْجُرُوا۔“ [سورہ الدیر: ۵-۳]

ایک مقام پر ہے:

”ان الله يحب التوابين ويحب المتطهرين.“

[سورة البقرة: ٢٢٢]

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”والله يحب المطهرين“ [سورة التوبہ: ١٠٨]

ان آیات میں ہمارے لیے طہارت و پاکیزگی کی نہایت اہم تعلیمات ہیں، جو ہماری صحبت کی ضامن ہیں۔

غسل کے طبق فوائد کو دیکھا جائے تو اس کی فہرست طویل ہے۔ چند اہم فوائد غسل سے حاصل ہوتے ہیں وہ یہ ہیں۔

غسل سے انسان پاک و صاف رہتا ہے۔ جلد ملائم رہتی ہے۔ طبیعت میں شفافگی اور فرحت پیدا ہوتی ہے۔ دورانِ خون میں تحریک پیدا ہوتی ہے۔ بھوک میں اضافہ ہوتا ہے اور حرارت غریز یہ بڑھ جاتی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حفظ صحبت سے متعلق ایک نہایت بہ اہم اصول بتایا ہے کہ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا سفر پر ہو تو دوسرے ایام میں روزے پورے کرے۔ قرآن میں حکیم آتا ہے کہ:

”فمن كان مريضاً أو على سفرٍ فعدة من أيام آخر“ -

[سورة البقرة: ١٨٣]

”ترجمہ: کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے ایام میں ان کو پورا کر لے۔“

ابن قیم جوزیہ اس آیت کا مفہوم بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

”اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مریض کی بیماری کا عذر سامنے رکھا، روزے کے دنوں میں کھانے پینے کی اجازت دی اور مسافر کے لیے بھی عذر سفر کی وجہ سے افطار کو مباح فرمایا تاکہ دنوں اپنی صحبت کی حفاظت فرمائیں اور اپنی قوت کو بحال رکھ سکیں کہ کہیں بیماری میں روزے کی وجہ سے جسم کی قوت میں کمزوری نہ آجائے اور مرض پر قابو پانے کی صلاحیت کا فقدان نہ ہو جائے یا سفر میں روزے کی وجہ سے صحبت اور قوت میں اضمحلال نہ ہو جائے، اس لیے کہ شدت حرکت سفر سے جسم اور قوت میں مزید کا ہش ہوگی اور روزہ اس کی اس حالت میں تخلیق قوئی کا سبب بنے گا۔ اس لیے کہ روزے کی صورت میں انسان غذا سے محروم رہتا ہے جو انسان کی گھٹتی ہوئی تو اتنا کی لیے بدلتا تخلیق کا کام کرتا ہے، اس طرح قوت کم ہوتی جائے گی اور وضع جسمی بڑھتا جائے گا۔ اس طرح مسافر بھی مریض کے حکم میں رہا، اس کو کھانے پینے کی اجازت دے دی گئی

کہ وہ اپنی صحبت اور قوت کو، کہ جس کی حالت سفر میں خاصی ضرورت ہے، محفوظ و مصون رہ سکے۔“

ایک مقام پر ایامِ حج میں بھی صحبتِ مریض کے لیے رعایت رکھی گئی ہے۔ قرآن حکیم میں ہے۔

”فمن كان منكم مريضاً أو به اذى من راسه ففديه من صيام او صدقة او نسكي“ . [سورة البقرة: ١٩٦]

”ترجمہ: جو تم میں سے مریض ہو یا اس کے سر میں کوئی اذیت ہو تو وہ روزے کا فدیہ ادا کرے، یا مال کا صدقہ کرے یا کوئی قربانی کے جائز کاذب کرے۔“

اللہ تعالیٰ مرض و مریض کا غایت درجہ لحاظ رکھتے ہوئے وضو کی بجائے تیم کرنے کا حکم دیا گیا ہے، تاکہ مریض کا جسم پانی کی اذیت یا اس سے پیدا ہونے والی پریشانی سے نفع سکے۔ سورہ نسائم میں ہے:

”وان كنتم مريضي او على سفراً جاءه أحد منكم من الغائط او لم يستم النساء فلم تجدوا ماءً فيتمموا صاعيداً طيباً“ . [سورة النساء: ٣٣]

”ترجمہ: اور اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو یا مسافر ہو یا پاخانہ کر کے واپس ہوا ہو یا اپنی یو یو سے مباشرت کر کے فارغ ہوا ہو اور تم کو پانی نہ ملے تو پاک اور ستری مٹی سے تیم کرو۔“

سورۃ النباء میں ہے:

”وجعلنا نومكم سباتاً. وجعلنا الليل لباساً. وجعلنا النهار معاشاً“ . [سورة النباء: ٥-٦]

”ترجمہ: ہم نے نیند کو تھہارے لیے رحمت بنایا۔ رات کو تم نے لباس اور دن کو جلاش معاش کے لیے بنایا۔“

ان آیات میں حرکت و سکون نفسانی و بدنبی جو کہ طب کا ایک اہم اصول ہے، کو بتایا گیا ہے۔ یہ یاد رہنا چاہیے کہ نیند کی طب اور ہماری زندگی میں بہت اہمیت ہے۔ بے خوابی خود بہت سی بیماریوں کا پیش خیمہ ہے۔ آج کے معافہ میں ذہنی تناؤ، اضطراب جیسی کیفیت بے خوابی کی ہی دین ہے۔ قرآن حکیم کا طبعی تعلیم سے متعلق ایک اہم باب اغذیہ کا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے بے شمار مقامات پر اپنی نعمتوں [غذاؤں] کا تذکرہ فرمایا ہے، جن سے انسان کسی نہ کسی طرح سے ضرور مستغید و محظوظ ہوتا ہے۔ یہ اشجار اور ان سے پیدا ہونے والے پھل، یہ نہریں و آبشار اور ان سے نکلنے والے صاف و شفاف اور شیریں پانی کس کے لیے ہیں اور یہ سمندر اور ان

پہلو قابل غور ہے۔ اکثر یہ دیکھنے میں ملتا ہے کہ اصل موضوع پر بحث کرنے کی بجائے تمام ترقیات اور صلاحیتوں کو ان کے طبی خواص کو ڈھونڈنے میں صرف کر دیا گیا ہے، جن کا تذکرہ قرآن حکیم میں طبی نقطہ نظر سے آیا ہی نہیں ہے۔ جیسے زقوم، ریحان، زنجیل، سرسوں، ضریع، کافور وغیرہ۔ جب کہ ان کا تذکرہ یہاں دور دور تک طبی تعلیمات سے نہیں ہے۔

رأی [سرسوں] کا ذکر سورۃ الانبیاء [۲۷] اور سورۃ لقمان [۱۶] میں آیا ہے۔ قرآن حکیم میں ہے کہ:

”یُبَيِّنُ انَّهَا اَنْ تَكَ مِنْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدِلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ  
اوْفِي السَّمُوَاتِ اوْفِي الارضِ يَاتِ بِهَا اللَّهُ اَنَّ اللَّهُ طَيِّفٌ  
خَبِيرٌ“۔ [سورۃ لقمان: ۱۶]

اس آیت میں رأی [سرسوں] کا ذکر آیا ہے۔ یہاں سرسوں کا ذکر استدلالی ہے نہ کہ طبی اعتبار سے ہے۔ یہاں پر یہ مفہوم ہے کہ اگر کسی کے پاس سرسوں کے برابر بھی نیکی ہے تو اس کا بدلہ ملے گا۔ اسی طرح زقوم و ضریع کو ہی لے لیجئے۔ یہ دونوں جہنمی غذا کیں ہیں، جن سے جہنمیوں کی ضیافت کی جائے گی۔ قرآن حکیم میں ان کا تذکرہ بڑے ہی ہولناک انداز میں آیا ہے:

”اَنَّ شَجَرَتَ الرِّزْقَوْمَ طَعَامُ الْاثِيْمِ كَالْمَهْلِ يَغْلِي فِي  
الْبَطْوَنِ كَغْلِي الْحَمِيمِ“۔ [سورۃ الدخان: ۳۶-۳۳]

اسی طرح اور بھی دوائیں اور غذا کیں ہیں، جن کا تذکرہ قرآن حکیم میں آیا ہے۔ تاہم ان میں سے چند نعمتوں [غذاوں] کا تذکرہ دوا کے طور پر بھی آیا ہے جسے طب کی زبان میں غذا دوائی کہتے ہیں، انھیں طبی نقطہ نظر سے پیش کیا گیا ہے، جیسا کہ شہد کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

”فِيهِ شَفَاءٌ لِلنَّاسِ“۔ [سورۃ النحل: ۲۹]

اسی طرح دودھ اور بھجور کے بارے میں بھی ان کی طبی افادیت کی طرف ایک بلیغ اشارہ ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں [انڈیہ] کا بڑے ہی تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے:

”وَ انْزَلْنَا مِنَ السَّمَاءِ مَاءً بِقَدْرٍ فَاسْكَنْنَاهُ فِي الارضِ وَ انا  
عَلَى ذَهَابِهِ بِهِ لَقَدْرُونَ فَانْشَأْنَا لَكُمْ بِهِ جَنْتَ منْ نَخْلٍ  
وَ اعْنَابٍ لَكُمْ فِيهَا فَوَاكِهِ كَثِيرَةٌ وَ مِنْهَا تَاكُلُونَ وَ شَجَرَةٌ  
تَخْرُجُ مِنْ طَورِ سِينَاءَ تَبَتَّبَتْ بِالدَّهْنِ وَ صَبَغَ لِلَّاْكَلِينَ“.

میں موجود سامان مکول و مشروب و اشیاء زیب و زینت۔ یہ دراصل خداوند قدوس کی طرف سے حضرت انسان کے لیے انعام ہیں۔ یہی وہ نعمتوں ہیں جو جسمانی نشوونما کو پروان چڑھاتی ہیں اور صحت کو برقرار رکھتی ہیں۔ انہی نعمتوں میں سے بعض کا تعلق غذاء و دوائے ہے، جو صحت کو تحفظ فرماتی ہیں اور ہمارے جسموں کو امراض و آلام سے بے نیاز رکھتی ہیں۔ قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف مقامات پر انواع و اقسام کی نعمتوں [غذاوں] کا ذکر فرمایا ہے اور کہیں کہیں ایسی چیزوں کا تذکرہ بھی آیا ہے جنہیں آج دواؤں کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں مختلف قسم کے انانج، اثمار، سبزیاں، مچھلی، حیوانات وغیرہ کا تذکرہ غذا کے طور پر آیا ہے۔ ان میں سے ادرک، انار، انجیر، انگور، رائی، پیاز، دودھ، ریحان، زیتون، شہد، ضریع، کافور، بھجور، بھیر، لہسن، لوکی، مسور، من وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ معدنیات میں سے ملح، یاقوت، مرجان، ملٹو، حدید و نحاس وغیرہ کا تذکرہ آیا ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ قرآن میں ان چیزوں کا تذکرہ طبی نقطہ نظر سے نہیں ہے، بلکہ انہیں استدلالی اور اعجازی نقطہ نظر سے بیان کیا گیا ہے۔ تاہم کچھ چیزیں ایسی ہیں جن میں شفا موجود ہے اور جو ہمارے جسم کے لیے سامانِ تغذیہ فراہم کرتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ چیزیں غذا اور دوا کے طور پر استعمال کی جاتی ہیں۔

اس موضوع پر بہت سے لوگوں نے قلم آزمائی کی ہے۔ بعض لوگوں نے تو غیر معمولی طور سے محنت کی ہے اور جملہ نباتات، جمادات و حیوانات کے بارے میں تمام جدید و قدیم طبی معلومات کو بہت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ بعض نے ان کے لفظی اعجاز کو بھی منظر عام پر لانے کے لیے خوب خوب جتن کیے ہیں۔ ڈاکٹر محمد اقبال حسین فاروقی کی کتاب [Plants of The Quran] اور [Plants in the Quran] میں ذکر شرات، محمد صدیق کی [Holy Quran] قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ اردو زبان میں طارق چغتای کی نباتات قرآنی اور جدید سائنس، اس موضوع کی اہم کٹریاں ہیں۔ ان کے علاوہ شہد پر بے شمار طریق پر موجود ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ان نباتات، جمادات و حیوانات کا ذکر کیوں کیا ہے؟ ان آیات کا منشأ کیا ہے؟ ان کتابوں میں دعویٰ نقطہ نظر سے نہیں صرف طبی و سائنسی نقطہ نظر سے بحث کی جاتی ہے۔ تحقیق و تصنیف کا یہ

ولانعماكم۔ [سورة العبس: ۲۳-۲۴]

[ترجمہ: پھر ذرا انسان اپنی خوارک کو دیکھئے ہم نے خوب پانی لندھا یا پھر زمین کو عجیب طرح چھڑا پھر اس کے اندر اگائے گلے اور انگور اور ترکاریاں اور زیتون اور کھوریں اور گھنے باغ اور طرح طرح کے پھل اور چارے تھمارے لیے اور تھمارے مویشیوں کے لیے سامان زیست کے طور پر۔]

اسی طرح سمندری انعامات کا تذکرہ یوں فرمایا ہے:  
” وهو الذى سخر البحر لشاكلاوا منه لحماً طرياً و  
تستخر جو امنه حليةً تلبسوها و ترى الفلك مواخر  
فيه و لتبغوا من فضله ولعلكم تشکرون“ [سورة النحل: ۱۲-۱۳]  
[ترجمہ: اور وہی ہے جس نے دریا کو سخّر بنا�ا تاکہ اس میں سے تازہ تازہ گوشت کھاؤ اور اس میں سے زیورات نکالو جسے تم پہنچتے ہو اور تو کشتبیوں کو دیکھتا ہے کہ پانی کو چیرتی ہوئی چلی جا رہی ہیں اور تاکہ تم روزی تلاش کرو اور تاکہ شکر ادا کرو۔]

ذکورہ بالا آیات میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے انہیں مختلف قسم کے باغات اور نوع بہ نواع اشمار، سبزیاں و ترکاریاں کھجور، انگور، زیتون، انار، دودھ جیسی نعمتوں اور ان کے استعمال کے بارے میں بتایا کہ تم انہیں کھاتے ہو۔ اگر ہم کھجور، زیتون، انار، انگور اور دودھ کا غذائی تجویز کریں تو ان کے اندر غیر معمولی طور پر صحیح بخش اجزاء ملتے ہیں ساتھ ہی ان کے اندر امراض سے نمٹنے کی صلاحیت بھی موجود ہے۔ اسی طرح ایک مقام پر شہد کی دوائیت کے بارے میں بتایا کہ اس کے اندر شفاء ہے۔ شہد کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کا قول ہے:

”الشفاء في ثلاثٍ شربة عسل و شرطة ملحجم و كية نارٍ  
و أنا أنهى امتي عن الكي“ [صحیح البخاری: باب الطب]

شہد ہر قوم اور تہذیب میں غذا کے طور پر مستعمل ہے۔ اس کے اندر دوائی اجزائی بھی بے پناہ ہیں۔ آج اسے مانع تعفن و جراحت کے طور پر بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔ شہد کی اہمی دوائی افادیت کے پیش نظر آج پوری دنیا میں تحقیق چل رہی ہے اور روز بروز نئی تحقیقات و اکتشافات سامنے آرہے ہیں۔ اسی طرح دودھ جہاں ایک مکمل غذا ہے وہیں اس کے اندر صحیح بخش اجزائی پائے جاتے ہیں۔ اسی طرح سورہ لقمان میں رضا عنت کا تذکرہ ہے۔ قرآن حکیم میں ”فصلہ فی عامین“ سے رضا عنت جیسی ایک اہم

وان لكم في الانعام لعبرة نسيكيم مما في بطونها و  
لهم فيها منافع كثيرة ومنها تأكلون۔“

[سورة المؤمنون: ۱۸-۲۱]

[ترجمہ: ہم نے آسمان سے پانی ایک خاص مقدار میں اتنا پھر اسے زمین میں ٹھہرایا۔ ہم اس کے غائب کرنے پر بھی قادر ہیں، ہم نے اسی پانی سے تھمارے لیے کھجور اور انگور کے باغات پیدا کیے، تھمارے لیے ان باغوں میں بہت سے پھل ہیں، ان میں سے تم کھاتے ہو اور وہ درخت بھی ہم نے پیدا کیا جو طور سینا سے نکلتا ہے، تیل بھی لیے ہوئے اگتا ہے اور کھانے والوں کے لیے سامان بھی اور تھمارے مویشیوں کے لیے عبرت اور نصیحت ہے، ان کے پیٹوں میں جو کچھ ہے اسی میں سے ہم نے تھمارے لیے پینے کی چیز ددھ نکالتے ہیں۔ تھمارے لیے ان میں بہت سے فائدے ہیں ان میں سے بعض کو کھاتے ہو۔]

ایک اور مقام پر نعمتوں کا تذکرہ یوں آیا ہے:

” وهو الذي انزل من السماء ماً فاخرجنا به نبات كل شيء فاخر جنا منه خضرأً نخرج منه جبا متراكبأً و من النخل من طلعها قسوان دانية و جنت من اعناب والزيتون و الرمان مشتبهأً وغير مشتباهه انظرو الى ثموه اذا اثر وينفع ان في ذلك لايٌت لقوم يومئون“

[سورة الانعام: ۹۹]

[اللہ ہی کی ذات ہے جس نے آسمان سے پانی اتنا، پھر اس کے ذریعہ سے ہر طرح کی نباتات اگائی پھر اس سے سر بر کھیتی پیدا کی، پھر ان سے ہم نے تھہڑے ہوئے دانے نکالے اور کھجور کے گلگوں سے بچلوں کے گچھے کے گچھے کے پچھے پیدا کیے، جو بوجھ کے مارے جھک پڑتی ہیں اور انگور اور زیتون اور انار کے باع پیدا کیے جن کے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ یہ درخت جب پھلتے ہیں تو ان کے پھل لانے اور پکنے کی کیفیت ذرا دیکھو، یقیناً ان میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔]

ایک اور مقام پر ہے:

”فلينظر الانسان الى طعامه. ان صبينا الماء صباً. ثم شققنا الارض شقاً. فانبتنا فيها جباً. و عنباً و قضاً. وزيتوناً و نخلاً. و حدائق غلباً. و فاكهةً و اباً. متاعاً لكم

تمہارے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے اور کھجور کے تنے کو کپڑ کر اپنی طرف ہلاٹ تو تم پر تروتازہ کھجوریں جھٹریں گی، انہیں کھاؤ اور پیو۔]

ان آیات کی تفسیر و تشریح اکثر مفسرین نے اخلاقی نقطہ نظر سے کی ہے۔ جب کہ اس میں کھجور کے طبی پہلو کو شامل کیا جانا چاہیے تھا۔ کیونکہ جب حضرت مریمؑ کو درد زہ [Labour Pain] ہوا تو انہوں نے اس کی شدت درد والم اور پریشانی کی وجہ سے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مرکر بھولی بسری ہو گئی ہوتی، نہ کہ طعنہ و تشنج کے خوف سے۔ یہ بھی ممکن ہو سکتا تھا، کیونکہ ایک غیر شادی شدہ عورت اور اس کو بچ پیدا ہونا ایک انہوںی سی بات ہے، مگر یہ تو معجزہ تھا جس کے بارے میں فرشتہ نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ یہ اللہ کی جانب سے ہے۔ حضرت مریمؑ نے فرمایا کہ وہ کیسے جب کہ کوئی انسان مجھے چھوٹ نہیں ہے تو فرشتہ نے کہا:

”قالَ كَذَالِكَ قَالَ رِيلُكَ هُوَ عَلَىٰ هُنِينَ۔“ [سورة مریم: ۲۱]

چناچہ حضرت مریمؑ کو یقین ہو گیا یہ معاملہ خداوندی ہے۔ چناچہ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مریمؑ کو طعنہ و تشنج کی زیادہ فکر نہیں تھی، جتنا کہ انہیں درد زہ سے تھی، اسی لیے تو فرشتہ نے کہا کہ غم ناک نہ ہو، تیرے پروردگار نے تمہارے نیچے ایک چشمہ پیدا کر دیا ہے اور کھجور کے تنے کو کپڑ کر اپنی طرف ہلاٹ تو تم پر تروتازہ کھجوریں گی، انہیں کھاؤ اور پیو۔ ان آیات کی تفسیر میں مشہور مفسر قرآن مولانا مفتی شفیع صاحب<sup>ؒ</sup> ”معارف القرآن“ میں لکھا ہے:

”حسب مسئلہ طبیّہ گرم چیزوں کا استعمال قبلی وضع یا بعد وضع سہل ولادت اور تقویٰ طبیعت بھی ہے اور پانی میں اگر خونت<sup>[گرمی]</sup> بھی ہو جیسا بعض چشموں میں مشاہدہ ہے تو اور زیادہ مزاج کے موافق ہو گا۔ نیز کھجور کی شیر الغذاء، مولود خون، مسمن، و تقویٰ گردہ، کرم و مفاسد ہونے کی وجہ سے زچ کے لیے سب غذاوں اور دواؤں سے بہتر ہے اور حرارت کی وجہ سے جو اس کی صحرت کا احتمال ہے سو اول تو رطب کھجور میں حرارت کم ہے دوسرے پانی سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے۔“

مندرجہ بالا نعمتوں [غذاوں] کا تذکرہ بڑے ہی تفصیل سے کیا گیا ہے۔ ان کے علاوہ اور بھی غذا کمیں ہیں، جن کا تذکرہ قرآنؑ مجيد میں آیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ غذا کے بغیر صحت کا تصور ہی بے معنی ہے۔ لیکن یہ

چیز کی طرف اشارہ کیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ ماں کا دودھ بچوں کے لیے بھرپور تغذیہ کا کام کرتا ہے، وہی رضاعت کی طبی افادیت اس قدر ہیں کہ انہیں بیان نہیں کیا جاسکتا ہے۔ شیر ماں کے ابتدائی تین دنوں کے دودھ کو کولسٹرم [Colostrum] کہتے ہیں، اس میں غذا بیت کے ساتھ ساتھ امراض سے مقابلہ کرنے کی صلاحیت بھی ہوتی ہے۔ اس میں لحمیات کی وافر مقدار ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ یہ جراشیم کش بھی ہوتا ہے۔ یہ بچوں کے اندر روت مناعت پیدا کرتا ہے۔ ہاضمہ درست رکھتا ہے۔ جسمانی ساخت کو پروان چڑھاتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں مختلف قسم کے ازانم، جیاتین اور مانع تعدیہ عوامل پائے جاتے ہیں۔ کولسٹرم کی طرح عام دنوں میں بھی ماں کے دودھ میں کافی منید، صحیت بخش، غذا بیت سے بھرپور چیزیں پائی جاتی ہیں۔ جیسے Antibodies: Immunoglobulin پائے جاتے ہیں جو بچے کو Porta-E coli اور Poliovirus سے محفوظ رکھتے ہیں۔

Amylase اور Lactoferrin یہ بچے کے نظام ہضم میں معاون ہوتے ہیں۔ Poly unsaturated Fat [LCPs]: یہ بچے کو امراض قلب سے محفوظ رکھنے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں۔ یہ دماغ کے نشو نما میں اہم روپ ادا کرتا ہے۔ Milk lactose کی دیگر دودھ کی بہبیت میں اہم روپ ادا کرتا ہے۔ یہ بچے کی مقدار ابتدائی چھ ماہ میں نسبتاً زیادہ ہوتی ہے۔ یہ بچے کو امراض معدہ اور فنگل انفلوشن سے محفوظ رکھتے ہیں۔ حالیہ دنوں میں ٹائس آف انڈیا میں ایک روپ شائع ہوئی تھی کہ جو بچے ماں کا دودھ استعمال کرتے ہیں وہ مختلف قسم کے کینسر سے محفوظ رہتے ہیں۔

سورۃ المؤمنون میں کھجور کا بیان غذا کے طور پر آیا ہے، لیکن خود قرآنؑ حکیم میں دوسرے مقام پر اس کی طبی افادیت کی طرف ایک بلیغ اشارہ ملتا ہے۔ سورۃ مریمؑ میں ہے:

”فَاجْأَءْهَا الْمَخَاضُ إِلَى جَذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يَلِيْتِنِي مُثْ قَبْلَ هَذَا وَكِنْتُ نَسِيًّا مَنْسِيًّا。 فَنَادَاهَا مِنْ تَحْتِهَا إِلَّا تَحْزِنِي قَدْ جَعَلَ رُبُّكَ تَحْتَكَ سَرِيًّا。 وَهُنَّى إِلَيْكَ بِجَذْعِ النَّخْلَةِ تَسْقُطُ عَلَيْكَ رُطْبًا جَنِيًّا。 فَكَلَى وَاسْرَبَى وَقَرَى عَيْنًا—الْعَ...“ [سورة مریم: ۲۵-۲۳]

[ترجمہ: پھر درد زہ انہیں کھجور کے تنے کی طرف لے آیا، کہنے لگیں کہ کاش میں اس سے پہلے مرچکی ہوتی اور بھولی بسری ہو گئی ہوتی اس وقت ان کے نیچے کے جانب سے فرشتہ نے آواز دی کہ غمناک نہ ہو۔]

علیہ، ان لله غفور رحیم۔” [سورة البقرة: ٣]

[ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے مردار، خون اور خنزیر کا گوشت اور اس جانور کے گوشت حرام قرار دیا ہے جس پر اللہ کے سوا کسی اور کائنات لیا گیا ہو جو شخص مجبوری کی حالت میں ہو وہ ان میں سے کوئی چیز کھالے بغیر اس کے کوہ قانونِ شکنی کا ارادہ رکھتا ہو یا ضرورت کی حد سے تجاوز کرے تو اس پر چھ گناہ نہیں اللہ بنخشنے اور رحم کرنے والا ہے۔]

اسی طرح المائدۃ: ٣، الحجۃ: ١١٥، اور الانعام: ١٢٥ میں مذکورہ چیزوں کی حرمت کا تذکرہ آیا ہے۔ ان آیات میں خنزیر، شراب اور خون کا ذکر خالص سائنسی و طبی نقطہ نظر سے ہے۔ [تفصیل کے طالب راقم کا مضمون 'قرآن حکیم کا نظریہ حفظ صحت اور میڈیکل سائنس، مطبوعہ قرآن اور سائنس، پبلیکیشنز ڈویشن علی گڑھ ۲۰۰۳ء ملاحظہ فرمائیں]

اب یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ خبائث محمرات میں شامل ہیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جن کا کھانا پینا ہمارے لیے جائز نہیں، کیونکہ یہ چیزیں جسمانی لحاظ سے ہمارے لیے سر اسر مضر ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان کے استعمال سے ہمیں روکا ہے۔ وہ لوگ جو اس صریح اور واضح تعلیم آجائے کے بعد بھی محمرات کا استعمال کرتے ہیں وہ طرح طرح کی پیاریوں اور پریشانیوں میں پیclar ہتھی ہیں۔ محمرات کی ایک طویل فہرست ہے، یہاں مثال کے طور پر چند کا تذکرہ کر دیا گیا ہے۔

اسلام کے نزدیک وہ چیزیں جن کا استعمال صحت اور اس کی بقاء کے لیے مفید و معاون ہے وہ حلال ہیں۔ اسی طرح شریعت میں مردار، لحم خنزیر، خون اور شراب اور اس جیسی چیزیں جن کا کھانا صحت کے لیے نقصان دہ ہے، وہ حرام ہیں۔ آج کی میڈیکل سائنس ان کے مضر اثرات اور ان کے خطرناک پہلوؤں کو دیکھ کر پیش کر دیا ہے، جس سے بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یہ چیزیں صحت کے لیے کس قدر نقصان دہ ہیں۔

اس طرح کی متعدد آیات ہیں، جن میں طہی نکات بیان کیے گئے ہیں۔ طوالت کے خوف سے صرف چند تعلیمات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ چونکہ تفصیل کا یہاں موقع نہیں ہے، اسی لیے طبی و سائنسی مباحثت کو بیان نہیں کیا گیا ہے۔ جہاں جہاں ضرورت محسوس ہوئی وہاں مختصر الکھد دیا گیا

سوال پیدا ہوتا کہ غذا کیسی ہو؟ کمیت کتنی ہو؟ اس طرح کے بہت سارے سوالات ذہنوں میں ابھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کی طرف بھی رہنمائی فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں انہی اشیاء کا کھانا پینا حلال قرار دیا ہے جو پاکیزہ ہیں اور جو ہماری جسمانی، ذہنی اور روحانی صحت کی ضامن بھی ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

”یا ایہا الناس کلو ممافی الارض حلا لا طیباً۔“ [سورة البقرة: ١٢٨]

[ترجمہ: لوگو! زمین میں جو حلال اور پاکیزہ چیزیں ہیں انہیں کھاؤ۔]

ایک دوسرے مقام پر ہے:

”ولقد کرمنا بني آدم وحملنهم في البر والبحرو

رزقهم من الطيبات“ [سورة بني اسرائیل: ٢٧]

[ترجمہ: یہ تو ہماری عنایت ہے کہ ہم نے بنی آدم کو بزرگی دی

اور انھیں خشکی و تری میں سواریاں عطا کیں اور انھیں پاکیزہ چیزوں

سے رزق دیا۔]

اسی طرح وہ چیزیں جن کا استعمال صحت انسانی کے لیے نقصان دہ ہے اللہ تعالیٰ نے انھیں حرام ہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

”ويحرم عليهم الخبائث۔“ [سورة الاعراف: ١٥٧]

[ترجمہ: اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے۔]

ان آیات سے یہ بالکل واضح ہو گیا کہ انسان وہی کھائے جو ”حلا لا طیباً“ ہے یہی دراصل انسان کا غذائی مینو ہے۔ ہاں اس چیز کو بھی ذہن میں رکھا جائے کہ خواہش کے مطابق ضرور کھایا جائے، لیکن اس میں اسراف و فضول خرچی نہ کی جائے۔ قرآن میں ہے:

”کلوا واشربو ولا تسرفووا“ [سورة الاعراف: ٣١]

[ترجمہ: کھاؤ پیو گر فضول خرچی نہ کرو۔]

اسی طرح ”خبائث“ کا لفظ لا کریہ واضح کر دیا کہ یہ اسلامی غذائی مینو سے خارج ہیں۔ وہ تمام نعمتیں جن کا تذکرہ اوپر کی آیات میں آیا ہے یہ دراصل طبیبات ہیں۔ علامہ قرطبی احکام القرآن میں فرماتے ہیں:

”طبیبات سے مراد لذیذ مakoلات اور مشروبات ہیں۔ مقائل نے کہا ہے کہ گھی، شہر، بکھن، بکھور، حلوجہ جیسی چیزیں اس میں آتی ہیں۔“

خبائث کے بارے میں قرآن میں آتا ہے:

”انما حرم عليکم الميته والدم و لحم الخنزير و ما

اہل به لغير الله فمن اضطر غیر باع و لا عاد فلا اثم

14. M. Siddiqi, Plant In The Holy Quran, Green Foundation, Hyderabad. 2009
15. M. Siddiqi. Hony In The Holy Quran, Green Foundation, Hyderabad. 2010
16. Park,S. 2005. Preventive And Social Medicine, Ed. 18th, Banarsidas Bhanot Publisher, Jaipur 2005.

•••

ہے۔ قرآن حکیم کا نظریہ علم الجنین اس تدری واضح ہے کہ اس کے سائنسی مباحث کو پیش کرنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ البتہ طہارت و پاکیزگی اور عسل کے طبقی نقطہ نظر کو بہت ہی اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ قرآن کا نظریہ غذا ایک طویل بحث ہے، یہاں صرف چند نکات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔

### حوالہ جات

- قرآن حکیم
- ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، المصر ۱۹۸۷ء، ۱۹۱/۱۰
- ابن قیم جوزیہ [مترجم: حکیم عزیز الرحمن عظیمی]، طب نبوی، مکتبہ محمدیہ، اردو بازار لاہور، ۲۰۰۸ء
- مفتی محمد شفیع، معارف القرآن، جلد ششم، مکتبہ مصطفائی دیوبند
- محمد شہاب الدین ندوی، قرآن حکیم اور علم باتات، فرقانیہ کیڈمی، بنگلور ۱۹۹۰ء
- سید جلال الدین عمری، صحت و مرض اور اسلامی تعلیمات، ادارہ تحقیق و تصنیف اسلامی، علی گڑھ، ۱۹۹۳ء
- الاطاف احمد عظیمی، قرآن حکیم اور علم جنین، قرآن اور سائنس، پبلیکیشنز ڈویژن علی گڑھ، ۲۰۰۳ء
- محمد رضا الاسلام ندوی، تخلیق انسان کے مرحل اور قرآن کا سائنسی اعجاز، اسلامک بک فاؤنڈیشن، نئی دہلی ۱۹۹۷ء
- محمد جہانگیر حیدر قاسمی، اسلام اور محولیات، کتب خانہ نعیمیہ دیوبند، ۲۰۰۸ء
- طارق محمود چغتائی، باتات قرآنی اور جدید سائنس، دارالاشراعت، اردو بازار کراچی، ۲۰۰۰ء
- شیم ارشاد عظیمی، قرآن حکیم کا نظریہ حفظ صحت اور میدیڈیکل سائنس، قرآن اور سائنس، پبلیکیشنز ڈویژن علی گڑھ، ۲۰۰۳ء
- شیم ارشاد عظیمی، شیر ماڈر کی غذائی و طبی افادیت، رہنمائے صحت، جلد: ۵۲، شمارہ: ۱۰، جون ۲۰۱۱ء، پاکستان
13. M.I.H. Farooqi, Plants Of The Quran Sidra Publication. Luck. 1992

☆ حکیم اشهر قدیر

کے دائرے کا اسی نہیں ہوتا، بلکہ علوم و فنون کی بقاء اور ترقی اس کی فکر و تحقیق کی محتاج ہوتی ہے۔ یہی کارہائے نمایاں مسح الملک نے مختلف علوم کے تینیں بالعلوم اور علم طب کے تینیں بالخصوص نجام دیئے۔

مسنح الملک کے دور میں برطانوی حکومت کے زیر اثر مغربی علوم و فنون مشرقی علوم و فنون پر حاوی ہو رہے تھے، چنانچہ مغربی طب [ایلو پیٹھی] بھی طب یونانی کے مقابل صفت آ را ہو گئی۔ اس وقت مسنح الملک نے اپنے لقب کے عین مطابق فرنی کی مسیحائی کی، مغربی طب کی استعماریت کے خلاف آواز بلند کی اور خود بھی طب کا تقیدی محسوبہ کیا اور تلخ حقائق سے انگماز کیے بغیر یہ تعلیم کیا کہ واقعی طب کے بعض پہلو حکومت کی گرفت میں میں، جہاں تغیر لازمی ہے، چنانچہ طب کی اصلاح اور تجدید کے لیے فکر مند ہو گئے۔ طبی نقطہ نظر سے مسنح الملک کا یہ کردار خاص اہمیت کا حامل ہے۔ اس صدی کے طبی مورخین نے بھی ان کو محقق و مجدد طب کے طور پر یاد کیا ہے، جیسا کہ حکیم الیاس خال دہلوی کی تالیف قانونِ عصری [مطبوعہ ۱۹۳۱ء] سے معلوم ہوتا ہے۔ اقتباس درج ذیل ہے:

بیتارنخ دوسری جولائی ۱۹۲۶ء یوم جمعہ یوقت نوبجے صبح بمقام اچپورہ [دہرا دون] مجلس تحقیقات علمی [ریسرچ سینٹ] مقرر کردہ مجلس منظہمی، آئی وو ڈیک اینڈ یونائیٹڈ کالج دہلی کا افتتاحِ محیِ الاطب و عجردِ الاطب مسٹنگِ الملک عالی جناب حکیم محمد احمد خاں صاحبِ مرحوم و مغفور

مسح الملک حکیم محمد اجمل خاں کی سماجی، سیاسی اور طلبی خدمات کے بارے میں بہت کچھ لکھا جا پکھا ہے۔ ذرا غور کیجئے کہ جس انسان کی سوانح حیات نصابِ تعلیم میں شامل ہو، وہ کس قدر مرتبہ کا ہو گا۔

مسمیت الملک کی ذات گرامی کا یہی پہلو میرے لیے باعثِ امتحان ہے کہ اس مضمون میں ان سے متعلق ایسا کیا لکھا جائے جو قاری کی دلچسپی کا ہو۔ میری اسرار فلکر کو استدر اک بھی مسمیتِ الملک کے دربار میں قول سے ملا:

اگر کوئی کم بیں شخص یہ دعویٰ کرے کہ ہمارافن مکمل ہے اور اس میں اصلاح کی ضرورت نہیں ہے تو سمجھ لینا چاہیے کہ وہ طب اور وید ک کو نہیں جانتا۔ علم و فن کبھی ایک جگہ نہیں ٹھہر تے، بلکہ ان میں روز افزدی ترقی ہوتی رہتی ہے۔

اس قول نے دو طرح سے میری رہنمائی کی۔  
 اول: علوم و فنون میں استحکام نہیں، لہذا یہ بجا کہ آج مسیح الملک سے متعلق و افرمoad موجود ہے، جوان کی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالتا ہے، پھر بھی ان اور اراق کے پس پر دہ یقیناً کچھ ایسا ضرور ہوگا جس سے مزید استفادہ ممکن ہے۔

**دوم:** یہ قول قائل کی علمی بصیرت کا آئینہ دار ہے، جس سے واضح ہے کہ وہ صرف نام اور پیشے سے حکیم نہیں تھے، بلکہ بے لحاظ علم و فضل اس اعزاز کے حامل تھے۔ ایک حکیم کی شان بھی یہی ہے کہ وہ کبھی کسی خاص علم و فن

☆ ریڈر شعبہ کلیات، فیکٹی آف میڈیسین [یونانی]، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی - ۱۱۰۰۶۲

اپنے وجود کی بقاء اور تحفظ کے لیے طب مغرب سے مجاز آ رہی، تو بھلا اس کی تعلیم کو اپنے نصاب میں شامل کر لینا دشمن کو اپنے گھر میں پناہ دینے کے مترادف نہ تھا؟ لیکن یہ مسح الملک کی ہی شخصیت تھی کہ اتنے جرأت مندانہ فیصلے کیے گئے۔

لیکن اس پورے عمل کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے کہ آج بھی ہر اہل فن اُن کو مختص طب اور مجدد طب کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ طب یونانی اور طب مغرب کے ماہین اشتراک پیدا کرنے کی سعی کو ان کی دورانی شی اور وسیع الگوی پر محول کیا جاتا ہے۔ الغرض طب یونانی کی توسعہ اور ترقی کے لیے ان کی ذات کو انقلابی قرار دیا جاتا ہے۔

گل! جب عہدِ حاضر کا کوئی محقق یا مفکر مسح الملک کے تشکیل کردہ ضابطوں کے مطابق عمل پیرا ہو کر اصلاح طب یا تجدید طب کی خواہش رکھتا ہے اور بعض طبی اصول و ضوابط سے انحراف کرتے ہوئے طب مغرب یعنی ایلوپیتھی کے چند کامل نظریات یا فوائد کو اپنے نصاب تعلیم میں شامل کرنے کی وکالت کرتا ہے تو طب یونانی کے پیشہ علمبردار اس کو طب یونانی کا دشمن اور اس فن کا باغی قرار دینے میں ذرا بھی نہیں بچا چاہتے۔ یہ کیا بات ہوئی؟ جس شخص نے یہ نظریات پیش کیے وہ انقلابی قرار پایا اور جس نے ان نظریات کو عملی جامہ پہنانے کی کوشش کی، وہ باغی ٹھہرا۔

عرض یہ کہ کہیں نہ کہیں کچھ غلط ضرور ہے۔ کیا ہم مسح الملک کا اس درجہ احترام کرتے ہیں کہ ان کی صحیح یا غلط بات کو تسلیم کرنے کے لیے مجرور ہیں؟ کیا مسح الملک کا اصلاح طب اور تجدید طب کا نظریہ یکسر غلط تھا؟ اور طب یونانی کی موجودہ زبوب حالی کی ذمہ داران کی ہی ذات گرامی ہے؟ کیونکہ طب کا موجودہ نصاب تعلیم جس میں طب یونانی کے ساتھ ساتھ مغربی طب کے پیشہ مضامین شامل ہیں۔ ان کے خیالات سے متاثر ہو کر ہی ۱۹۲۷ء میں مرتب کیا گیا ہے۔ جس کے مفید تنازع تو کیا تکلتے؟ مضر نتائج ضرور برآمد ہوئے۔ آج کا طالب علم جب طب یونانی اور طب مغرب کے مخلوط نصاب کے تحت تعلیم حاصل کرتا ہے تو مغربی طب کے جدید مضامین کے بموجب طب یونانی کے قدیم اور بنیادی مضامین کو لغو اور فرسودہ سمجھتا ہے۔ جدید مضامین کی چمک دمک سے اس کی آنکھیں اس حد تک خیرہ ہو جاتی ہیں کہ اسے طبی اور اراق کے سیاہ حروف نظر ہی نہیں آتے۔ اس مخلوط

نے بھیت صدر مجلس تحقیقات علمی بحاضری جمیع ارکین فرمایا۔ درج بالا عبارت مسح الملک کی تحقیقی کارگزاریوں پر دلالت کرتی ہے، جس کے باعث ان کو تمام طبی دانشوروں میں عظیم تسلیم کرتے ہوئے، مجلس تحقیقات علمی، کا افتتاح کرایا گیا۔ اس حوالے سے ان کے محقق ہونے کی تصدیق تو ہوتی ہے، لیکن ان کا وہ مخصوص اور حساس کردار ابھی بھی نمایا نہیں ہوا، جس کو موضوع بحث بنا نارقام السطور کا عین مقصد ہے۔

چونکہ ”قانون عصری“، مجلس تحقیقات علمی، خاص طور پر مسح الملک حکیم اجمل خاں کی طبی سرگرمیوں کی ایک روپرٹ ہے، چنانچہ صحیح سترہ اور اٹھارہ پر طبی فلاں و بہبود کا ان کا پروگرام بھی درج کیا گیا ہے۔ یہ پروگرام چھ نکات پر مشتمل ہے، مگر نکتہ نمبر ۲ اور ۵ مسح الملک کے اس پہلو پرروشنی ڈالتے ہیں، جس کی وضاحت یہاں مقصود ہے۔ یہ دو نکات اس طرح ہیں:

**نکتہ نمبر ۲:** مدرسہ طبیہ [دہلی] میں طب یونانی کی تعلیم اگرچہ انتہائی بلند معايیر پر ہوتی ہے، لیکن اس کے ساتھ طب مغرب کی تعلیم ناکافی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ طب مغربی کی تعلیم میں اضافہ کیا جائے اور بلا تقصیب تحقیقات جدیدہ کو بقدر ضرورت داخل نصاب تعلیم کیا جائے۔

**نکتہ نمبر ۵:** طب یونانی کے نصاب تعلیم پر غائزہ نظر کرتے ہوئے مسائل مختلف فیہا میں سے صحیح مسائل کا تعین اور ان کی طب قدیم کے نظریات سے تطبیق کے ساتھ ایک جدید اصلاح شدہ نصاب تیار کیا جائے اور اس طرح اصلاح و تجدید طب کی ہم کا آغاز ہو۔

درج بالا دونوں نکات کا اگر جائزہ لیں تو نکتہ اول کا حاصل یہ ہے کہ مغربی تعلیم کو طبی نصاب میں شامل کیا جائے اور — نکتہ دوم کا حاصل یہ کہ طب کی کچھ اصلاح و تجدید کی جائے۔

قارئین! یہی وہ نکات تھے جن کی بناء پر حکیم محمد اجمل خاں اپنے عہد کے دیگر اطباء سے منفرد اور ممتاز قرار دیئے جاتے ہیں، کیونکہ ان سے پہلے اور ہم عصر اطباء نے طب کی بقاء اور تحفظ کے لیے یہ ضروری سمجھا کہ طب کو اصلاح و تجدید سے دور ہی رکھا جائے، کیونکہ اگر ایسا ہو تو طب کی اصل بیہت مسخ ہو جائے گی، جب کہ طب مغرب کی تعلیم کا طب میں اختلاط افرز کے درجہ میں آتا ہوا، یہ بہت حد تک درست بھی تھا، کیونکہ اس دور میں طب یونانی

اس کا تعلق طب مغرب سے ہی کیوں نہ ہو۔ مختصر یہ کہ وہ بہر صورت طب کافروں غیر چاہتے تھے۔

مثال کے طور پر اگر مسح الملک کی یخواہش رہی ہو کہ طب جدید میں مردوں تشخصی مدد اپیر، مثلاً بول و براز کا لیبارٹری میں امتحان، آئندہ مقیاس الحمارت و آئندہ مسمائے الصدر کا استعمال چونکہ تشخصی میں معاون ہے، اس لیے یہ طریقہ ہائے کار ایک طبقی معائن لج کو بھی آنا چاہتیں۔ مگر اس خواہش کا یہ مطلب ہرگز نہ تھا کہ ایک طبیب اپنے طریقہ ہائے تشخصی بنس پشاںی، صحت و مرض کی حالت میں رونما ہونے والے بدینی تغیرات، خصوصاً بول و براز کے استدلال سے ناواقف ہو جائے اور ان آلات یا تداریں جدیدہ کا امتحان ہو جائے۔

مسح الملک کی ذات اس کی مثال ہے۔ وہ طب مغرب کے حقائق اور اس کی پیش کردہ طبقی ہمولیات کا اعتراض تو کرتے تھے، مگر ذاتی طور پر اس قتنی استعداد کے حامل تھے کہ صرف بنس، بول و براز اور بیہتہ بدن کے نظری امتحان سے تشخصیں کامل اور علاج شافی انجام دیتے، جو طب یونانی کا طرہ امتیاز ہے۔ الغرض ان کا منشاء طب جدید کے آلات و ایجادات سے محض استفادہ تھا نہ کہ ان پر کلکی انحصار۔

خلاصہ کلام: مسح الملک حکیم محمد جمل خال نے تجدید طب کا جو طریقہ کار اپنی دانست میں مرتب کیا وہ یہ تھا کہ اولاً ہر طبیب کو طب یونانی پر علمی اور عملی اعتبار سے مکمل عبور اور یقین کامل ہونا چاہیے، پھر ثانوی طور پر وہ موجودہ سائنسی نظریات و فوائد پر غور و خوض اور ان کا اپنے قدیم نظریہ و فلسفہ سے مقابل کر سکتا ہے۔ باعتبار ضرورت بذریعہ تشخصی ترمیم و توسعہ کرنے کا بھی اس کو اختیار ہے، لیکن وہ بھی جب قدیم وجدید نظریات ایک دوسرے سے قطعی مطابقت نہ رکھتے ہوں۔ اگر قدیم نظریہ میں کوئی نقش نظر آئے تو اس کی مدل اصلاح کی جائے اور اگر قدیم نظریہ اپنی جگہ کامل و مستحکم ہو تو اس کو بلا ضرورت تبدیل و مسخ کرنے کا حق کسی کو نہیں۔ اس طریقہ تجدید سے نہ صرف فن ارتقاء کی منزلیں طکرے گا، بلکہ نسل کے اطباء کے لیے اس میں مزید کشش پیدا ہوگی۔

میری دانست میں درج بالا طریقہ تجدید کوئی ’کار طفال‘ نہیں، اس فعل کو انجام دینے کے لیے ایک حکیم صادق و حاذق کی ضرورت ہے،

نصابِ تعلیم نے طب یونانی کی تعلیم و تفہیم نیز فرن کی افرادیت پر جواہرات مرتب کیے، ان کے تعلق سے شفاء الملک حکیم عبداللطیف فلسفی [۱۹۷۵ء-۱۹۰۰ء] نے اس طرح اظہار خیال کیا ہے:

”موجودہ دور کا سب سے اہم مسئلہ نصاب کی تیاری اور اس کے خطوط کا تعین ہے۔ حیدر آباد کے صدارتی خطوط میں میں نے ایلوپیٹھی اور یونانی کی موجودہ رائج مخلوط تعلیم کے باے میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا تھا کہ اس کی بنیاد پر ہم نے ایک نئے نصاب کی ابتداء کی، جس کے نتائج کا مشاہدہ کرنا ہے۔ لیکن ادھر چند سال اور گزشتہ چالیس سال کے مشاہدہ کی بناء پر یہ بات کھل کر سامنے آچکی ہے کہ یونانی اور ایلوپیٹھی کی ملی جملی تعلیم ایکیم جس روی طرح سے ناکام ہوئی ہے اور طب یونانی کو ایلوپیٹھی سے قریب کرنے کی کوشش نے جس روی طرح سے نقصان پہنچایا ہے، اس کے پیش نظر اس کا اعادہ بہت بڑی غلطی ہے۔ طب یونانی کے وجود کو باقی رکھنے کے لیے اس کی خالص تعلیم پر زور دینے کی ضرورت ہے۔“ [۱]

تو کیا یہ سمجھ لیا جائے کہ مسح الملک کے بعض نظریات طب یونانی کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئے؟ اور کیا ہم حقیقت سے چشم پوشی کر کے محض مسح الملک کی قد آور شخصیت سے متاثر ہیں اور ان کی قصیدہ خوانی میں یقین رکھتے ہیں؟ نہیں! اگر تمام صورت حال کے اسباب عمل کا سنبھالی سے جائزہ لیا جائے تو حقیقت پکھا اور ہی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اصلاح اور تجدید طب کی داغ بیل مسح الملک نے ہی ڈالی تھی، لیکن اس کو پروان چڑھانے کا موقع ان کو نہیں مل سکا۔ ان تمام اقدامات پر عمل شروع ہوا تھا کہ ۱۹۲۷ء میں ان کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ ان کے ہم مشربوں اور ہم عصروں میں فہم و فراست میں ان کا کوئی ثانی نہ تھا، جو ان کے نقوش پر بخوبی جل سکتا، لہذا انہوں نے اصلاح و تجدید طب کا شوشه اٹھا تو دیا لیکن اس پر عمل پیرا ہونے کا ہنر مندانہ سلیقہ کسی کو نہ آیا۔ جیسا کہ عرض کیا جا چکا ہے کہ مسح الملک علمی اور عملی میدان میں طب یونانی کے امام تو تھے ہی، طب مغرب پر بھی گہری نظر رکھتے تھے، جو علاج معالج کی دنیا میں روز ایک نیا گل کھلا رہی تھی۔ چنانچہ ان کی برابر یہ کوشش رہتی کہ نہ صرف طب یونانی کو مزید، ہتر اور مفید بنانے کی تداریجی رکھی جائیں، بلکہ صحت و مرض کے تعلق سے ہر مفید پہلو کو طب میں شامل کیا جائے، خواہ

اس فردِ باکمال کے لیے حقیقی خرائج تحسین اور طب پیونانی کے لیے جامِ حیات ثابت ہو گا۔

•••

جو بیک وقت مختلف علوم و فنون وغیر معمولی عقل و فہم کا مالک ہو، جیسا کہ مسح الملک کی ذات مبارک تھی۔ چونکہ ان کے بعد کوئی دوسرا شخصیت ان کے ہم پلہ نہ تھی، لہذا یہ کارنما یاں صحیح طور پر انجام نہ پاسکا۔ اب اس کو طب پیونانی کی خوش بخشی کہنے یا بد بخشی کہ اس کو ایسا عظیم قائد نصیب ہوا جس کے صحیح مقلد بھی پیدا نہ ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے بعد دیگر افراد نے تجدید طب کے کام کو آگے تو بڑھایا لیکن اس کا طریقہ مسح الملک کی منشائے عین مطابق نہ تھا۔

تصویر کچھ ایسی بنی کہ طب کی اصلاح و تجدید تو کیا ہوئی البتہ مغربی طب سے اس درجہ ضروری و غیر ضروری استفادہ کیا گیا کہ طب پیونانی حاشیے پر چلی گئی اور طب مغربی کو مرکزیت حاصل ہوئی، جس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے۔ آج نہ صرف طبی درس و تدریس بلکہ علاج معالجہ میں بھی طب پیونانی پر طب مغرب غالب ہے۔ جملہ صورت حال کی غمازوی کے لیے درج ذیل شعر کافی ہے۔

طب کے سینے میں مجدد نے وہ ٹھوکی میخ ہے  
اوٹ ہے نیمے کے اندر اور باہر شخ ہے  
آج تجدید طب کا سب سے نگین پہلو یہ ہے کہ ہر کس و ناکس حتیٰ کہ  
طفل مکتب بھی طبی نظریات و فلسفہ سے انحراف کی مجال رکھتا ہے اور طبِ جدید  
کے اصول و قواعد سے متاثر ہو کر تجدید کے نام پر طب کے ساتھ کیا ہی  
مذاق کرڈا تا ہے، جب کہ طبی نظریات و ضوابط سے انحراف اور طبِ جدید  
سے استفادہ کا حق صرف اس ہی کو پہنچتا ہے کہ جو طبی علم و فن میں بھی یہ طولی  
رکھتا ہو اور طبِ جدید کے کمل خطرے سے بھی واقف ہو۔

اب غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ آج کے ترقی یافتہ سائنسیں دور میں تجدید طب سے اختلاف کی گنجائش نہیں ہے؟ تجدید طب کا نظریہ اجمل اور طریقہ کار بھی ہمارے درمیان موجود ہے، مگر فرزندان طب میں کتنے ہیں جو اس کام کو انجام دینے کے جملہ اوصاف رکھتے ہیں؟

بے شک مسح الملک جیسے اوصاف کے حامل اب شاید ہی پیدا ہوں۔ مگر یہ امید کی جاسکتی ہے کہ عہدِ حاضر کا طبیب اپنے اندر مسح الملک کے اوصاف میں سے کوئی ایک صفت ضرور پیدا کرے اور پھر اجتماعی طور پر ان کے مشن کی ان کی منشاء کے عین مطابق تکمیل کرے۔ یہی عمل

## ابتدائی طبی نگہداشت

## دیہی وقبائی صحت اور سی آر پیوایم کی خدمات

☆ حکیم شارق علی خاں

☆ طبیعت شگفتہ رحمٰن ☆

سہیل مصطفیٰ ادھمی ☆☆☆

☆☆☆☆☆ حکیم اطافت علی خاں

حکیم سید شاکر جمیل ☆☆☆☆☆

طرح ہیں:

۱- طب یونانی میں تحقیق کے اصول اور طریقہ کار جدید سائنسی خطوط پر  
مرتب کرنا اور اس عمل میں امداد فراہم کرنا جو عام طور پر ایسے تجرباتی  
طریقہ کار، جو بیماریوں کے اسباب ان کے پھینے کے طریقہ اور تحفظ  
متعلق ہے۔

-۲ طب یونانی کے مختلف پہلوں [بنیادی و اطلاقی] پر مبنی سائنسی تحقیق کا اجراء، تعاون، ترسیل، ترقی و ارتباط پیدا کرنا نیز طب یونانی سے متعلق تحقیقی اداروں کو بیماریوں کا مطالعہ کرنے، ان سے تحفظ، پھنسنے کی وجہ نیز علاج و معالجہ کے سلسلہ میں امداد کرنا اور ایسے

ابتدائی طبقی مکہداشت دراصل طب کے تحفظی و طبی اصول کے فروغ، علاج و معالجہ نیز بازا آبادکاری کے مشترکہ عمل کا نام ہے، جو عام عموم کی دسترس میں ہوا اور جو ہمہ گیریت، یکسانیت اور مساوات کے اصولوں پر مبنی ہو۔ [۲] حکومتِ ہند کے ذریعہ ۱۹۶۹ء میں ایک مشترکہ کونسل برائے تحقیق طب ہندوستانی و ہمیوپیٹھی کا قائم عمل میں آیا جو بعد میں ۸۷ء میں چار مختلف کونسلوں میں تقسیم ہو گئی اور اس طرح سنتل کونسل فارر لیرج ان یونانی میڈیسین [سی سی آر یو ایم] وجود میں آئی اور اس نے اپنا کام جنوری

سنگل کوئسل فارر یس رچ ان یونانی میڈیسین کے بنیادی مقاصد اس

☆ استمنت ڈاکر کم [بونانی طب]، ریجنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف بونانی میڈیس، علی گڑھ مسلم بونیورسٹی، علی گڑھ

☆☆☆ ریسرچ آفیسر [ یونانی طب ]، ریجنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میدیسین، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆☆☆ پی دا زرگر [سینیفلس]، نشرل کوسل فاریسرچ ان یونانی میڈیسین، نئی دہلی

☆☆☆☆☆ پی ڈاگر انچارج، یونانی طب، ریگل ریسرچ آئٹھی ٹیوٹ آف یونانی میدیسن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی

ہیں اور تقریباً ۲۵ لاکھ آبادی کو یہ سہولت مہیا کرائی جا چکی ہے۔ اس پروگرام کے تحت اب تک تقریباً ۳۳ لاکھ مریضوں کا علاج کیا جا چکا ہے۔

#### بحث و مشاہدہ:

پیش کردہ مقالہ پچھلے پانچ سالوں کے موبائل ہمیلتھ کیے رپوگرام کی تفصیلات پیش کرتا ہے جو اس طرح ہیں : [۱-۶، ۲۰۰۳-۵، ۲۰۰۵-۶، ۲۰۰۷-۸] اور [۲۰۰۸-۹]

ان پانچ سالوں کے دوران یہ پروگرام کو نسل کے دس مرکز کے ذریعہ برائے کار لایا گیا۔ اس پروگرام کے تحت آنے والے تمام قریبی جات کی تفصیلات جدول ایں دی گئی ہیں۔ [۱]

### جدول — ۱

قریبی جات کا نام	مرکز کا نام
سندھ ریسرچ انٹھی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسین، حیدر آباد	اجیا گر، پشا مولک، پشا کولا
سندھ ریسرچ انٹھی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسین، لکھنؤ	دین دیال پور
ریجنل ریسرچ انٹھی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسین، چنئی	بخاری گر، انائی سوانی گر
ریجنل ریسرچ انٹھی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسین، بحدر ک	پانی کھوی، بیہرہ
ریجنل ریسرچ انٹھی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسین، پٹنہ	موریان ون، بدھ پور، مانیز تباہی، امر پورا گھری
ریجنل ریسرچ انٹھی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسین، سری گر	نکن واری، پالا پورہ
ریجنل ریسرچ انٹھی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسین، بنی دہلی	شاستری پارک، نظام گر
ریجنل ریسرچ انٹھی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسین، علی گڑھ	بخارا پور، بادھو، بیہر پور، حسین پور، نہرا
کلینیکل ریسرچ یونٹ / ریجنل ریسرچ سنٹر، الہ آباد	چھلو
کلینیکل ریسرچ یونٹ، برہانپور	شاہ پور، تاجنا پور

پروگرام کے تحت مختلف علاقوں رمواضعات میں مجموعی طور پر ۳۲۰۲ دوڑے کیے گئے جس کے ذریعہ کل ۲۲۳۲۲۱۰ آبادی کو فائدہ پہنچایا گیا، جس میں تقریباً ۲۲۹۶۷ درج نہ رہست ذات اور تقریباً ۱۲۰۱۵۱ قبائل پر مشتمل آبادی تھی۔

سالانہ تفصیلات جدول ۲ کے ذریعہ دکھائی گئی ہیں۔ [۱، ۲، ۳، ۴، ۵] اس پروگرام کے دوران داء الغیل، کالا آزار، وجع المفاصل، برص، ذیابطس سکری اور ضيق النفس کے مختلف مریض متعلقہ مرکز کو معالجاتی تحقیق کے لیے بھیجے گئے۔

اداروں کو فروغ دینا۔

۳۔ ایسے تمام استفسار کو اقتصادی امداد فراہم کرنا جو کو نسل کے بنیادی مقاصد کو فروغ دیتے ہوں۔

۴۔ مشرق میں عام طور پر اور ہندوستان میں خاص طور پر ایسے تمام اداروں، سوسائٹیوں اور تنظیموں کے ساتھ اطلاعات کی باہمی ترسیل کرنا، جن کے مقاصد کو نسل کے بنیادی مقاصد جیسے ہوں، خاص طور پر بیماریوں کے مطالعہ اور مشاہدہ متعلق۔

۵۔ کو نسل کے بنیادی مقاصد کے حصول کے لیے مختلف مقالات، پوسٹر، دستی پرچے، جرائد، کتابیں تیار کرنا نیز ان کی طباعت، نشر و اشاعت اور نمائش کا اہتمام کرنا نیز ایسے دیگر لٹریچر کو تعاون دینا۔

کو نسل کے تحقیقی پروگرام مندرجہ ذیل ہیں: [۱]

۱۔ کلینیکل ریسرچ

۲۔ تحقیق پرمنی صحیحی مکہداشت کے پروگرام

۳۔ ادویہ کی معیار بندی سے متعلق تحقیق

۴۔ دوائی پودوں کے سروے و کاشت سے متعلق تحقیقی پروگرام

۵۔ علمی تحقیق

گشتنی کلینیکی تحقیقی پروگرام: [۱]

کو نسل کے ذریعہ اس صحیحی پروگرام کا آغاز ۱۹۸۶ء میں کیا گیا۔ اس پروگرام کے تحت دوردراز کے دیہی و قبائلی علاقوں میں گشتنی اوپی ڈی کا انصرام کیا جاتا ہے جہاں سماج کے کمزور طبقے آباد ہیں اور جہاں یا تو صحیحی وسائل کا سرے سے فقدان ہے یا بہت کم ہیں۔

اس پروگرام کے تحت کو نسل کے محققین گھر گھر جا کر صحیحی سروے کا کام کرتے ہیں، اس طرح وہ متعدد قسم کی عام بیماریوں اور کچھ خاص مzman بیماریوں سے رو برو ہوتے ہیں تاکہ تحقیق کے لیے مختلف امراض کے مریضوں کو تحقیقی پروجیکٹوں میں شامل کر سکیں۔

کو نسل کے یہ محققین ایسے مریضوں کو ان کے گھر پر ہی ابتدائی طبی گمہداشت نیز علاج و معالجہ فراہم کرتے ہیں، اس طرح یہ اطباء عوام کو طبی سہولت بہم پہنچانے کا ایک بہترین وسیلہ فراہم کرتے ہیں۔

یہ پروگرام کو نسل کے دس مرکز پر جاری ہے۔ اس طرح اب تک تقریباً ۲۳۰ گاؤں رہبری پس ماندہ علاقے اس پروگرام سے مستفیض ہو چکے

## جدول — ۲

پروگرام کے تحت آنے والی گل آبادی، دوروں کی تعداد اور مریضوں کی تعداد کا سالانہ گوشوارہ

سال	گل آبادی جو پروگرام کے تحت مستقیم ہوئی	ایمسی	ایمسٹی	دوروں کی تعداد	نئے مریضوں کی تعداد	پرانے مریضوں کی تعداد
۲۰۰۴-۵	۲۹۸۲۵۳	۸۳۳۱۳	۳۵۰۸۲	۵۸۰	۱۹۲۷۲	۱۸۱۱۲
۲۰۰۵-۶	۷۱۹۸۳۶	۳۰۵۳۳۸	۳۲۰۸۱	۶۱۲	۲۳۹۸۸	۲۵۳۵۵
۲۰۰۶-۷	۷۲۸۲۳۶	۹۶۷۰۹	۱۲۵۳۲	۶۳۶	۲۸۳۲۵	۲۲۳۲۱
۲۰۰۷-۸	۷۲۵۸۳۹	۱۵۹۳۹۸	۳۸۳۰	۷۸۵	۳۱۵۸۵	۲۷۹۷۷
۲۰۰۸-۹	۳۰۰۰۳۵	۸۰۰۰	۲۰۰۰۰	۶۷۹	۱۳۱۲۰	۳۸۲۵۰
کل تعداد	۲۳۲۲۶۱۰	۷۲۲۹۶۹	۱۰۵۵۳۵	۳۳۰۲	۱۱۸۵۰۰	۱۲۶۰۱۵

ابتدائی نگہداشت کے تحت علاج و معالجہ کی غرض سے کوئی نہ ادویہ کی اپنی تراکیب تیار کی ہیں، جو کٹ ڈرگس کے نام سے جانی جاتی ہیں۔ اس پروگرام کے تحت عوام الناس کے صحیح مسائل کے علاج کے لیے یہ ادویہ استعمال کی گئیں اور ان کی افادیت کا تجربہ کیا گیا۔ جدول ۳ میں مختلف ادویہ کی افادیت مختلف امراض میں جیسی محققین کے مشاہدے میں آئیں، پیش کی گئی ہیں۔<sup>[۴]</sup>

اس پروگرام کے تحت دیہی و قبائلی آبادی کے بنیادی صحیح مسائل کا بغور مطالعہ کیا گیا اور ان کو دور کرنے کے لیے عوامی بیداری کے غرض سے صحیح تعلیم کا باقاعدہ نظم کیا گیا۔

## جدول ۳

### کٹ ڈرگس کی افادیت مختلف امراض میں

نمبر شار	نام دواء	موقع استعمال	پیلگ	مقدار خواراک	افادیت %
۱	کپسول مبارک	جمی	کپسول ۵۰۰ مگ	۲-۲-۲	۸۰
۲	کپسول نزلہ	نزلہ	کپسول ۵۰۰ مگ	۲-۲-۲	۸۰
۳	کپسول تنکار	قبض	کپسول ۵۰۰ مگ	۲-۲-۲	۹۰
۴	کپسول حاجب	نزف الدم	کپسول ۲۵۰ مگ	۲-۲-۲	۸۰
۵	کپسول حدار	وجع المفاصل	کپسول ۱۲۵ مگ	۲-۲-۲	۷۰
۶	کپسول سرس	صداع	کپسول ۵۰۰ مگ	۱-۲ / تین بار	۷۰
۷	کپسول مصفي	فساد الدم	کپسول ۵۰۰ مگ	۱-۲ / تین بار	۷۰
۸	قرص شفاء	وجع الحصبات و جمی	کپسول ۵۰۰ مگ	۲-۲-۲	۷۰
۹	قرص سرفہ	سعال	قرص ۵۰۰ مگ	۲-۲-۲	۷۰-۸۰
۱۰	قرص بیل	اسہال، زحیر	قرص ۵۰۰ مگ	۲-۲-۲	۹۰
۱۱	قرص زہرہ	سوءہضم	قرص ۲۵۰ مگ	۲-۲-۲	۷۰

۸۰	۲-۲-۲	قرص ۲۵۰ مگ	ہیضہ	قرص ہیضہ	۱۲
۷۰	۲-۲	قرص ۵۰۰ مگ	وجع المفاصل	قرص مفاصل	۱۳
۷۰	۲-۲-۲	قرص ۵۰۰ مگ	جرب و حلقہ	قرص مصنی	۱۴
۹۰	۱-۲/ یوم	حب ۱۲۵ مگ	وجع البدن	حب تسکین	۱۵
۷۰	۲-۲-۳ گ دوبار	سفوں	سوءہضم	سفوں ہاظم	۱۶
۹۰	ایک چھٹی بھر، زبان پر چھڑ کنے کے لیے	زور	قلاء	زور قلاء	۱۷
۷۰	متقاضی طور پر	مرہم	جرب و حلقہ	مرہم خارش	۱۸
۸۰	متقاضی طور پر	مرہم	ہور و خراج	مرہم رال	۱۹
۹۰	۲-۵ قطرے	مخالول	وجع المعدہ، صداع	عرق عجیب	۲۰
۸۰	خارجی استعمال	روغن	جرب و حلقہ، سیلان الاذن	روغن کیلہ	۲۱
۸۰	خارجی استعمال	روغن	وجع المفاصل	روغن سرخ	۲۲
۹۰	قطور	مخالول	رد	قطور رد	۲۳
۸۰	منجن	سنون	وجع الاسان	سنون کختا	۲۴

نگہداشت کے ضرورت مندرجہ سنونوں کو متعلقہ ہسپتا لوں میں ریفر کیا گیا۔

دوران پروگرام برائے معالجاتی تحقیق مختلف محتفظ پروجیکٹوں کے لیے مریضوں کا انتخاب کرنے کے بعد کوسل کے متعلقہ مرکائز کے لیے ریفر کیا گیا اس طرح کے مریض عام طور پر داء الغیل، کالا آزار، وجع المفاصل، برص اور ضيق النفس سے متعلق پائے گئے۔ دوران پروگرام ابتدائی طبی نگہداشت کے لیے کوسل میں تحقیق کے ذریعہ از خود تیار شدہ مختلف مرکبات جو کٹ ڈرگس کے نام سے جانے جاتے ہیں، کاستعمال کیا گیا اور ان کی افادیت بھی نوٹ کی گئی۔ ان تمام مرکبات نے مختلف امراض میں بہترین نتائج کا مظاہرہ کیا۔ ان تمام مرکبات کی افادیت کے نتائج کے تابع ۹۰ فیصد پائے گئے۔

علاوه ازیں کوسل کے محققین کے ذریعہ عوام الناس کو صحت کے اصولوں سے باقاعدہ واقف کرایا گیا۔ متعلقہ علاقوں میں پائی جانے والی بیماریوں، ان سے تحفظ کے طریقہ، غذا و صحت کا تعلق اور صفائی کے نظم و نسق سے متعلق مفید معلومات فراہم کی گئیں۔

### حوالہ جات

- Anonymous, Annual Report (2005-2006), 2006, CCRUM, New Delhi, p. 40
- Anonymous, Annual Report (2006-2007), 2007, CCRUM, New Delhi, p. 35
- Anonymous, Varshik Prativedan (2004-2005), 2005, CCRUM, New Delhi, p. 42
- Anonymous, Varshik Prativedan (2007-2008), 2008, CCRUM, New Delhi, p. 54
- Anonymous, Varshik Prativedan (2008-2009), 2009, CCRUM, New Delhi, pp. 60-61
- Govt. of India, National Health Policy 2002, New Delhi, Ministry of Health & F.W.
- Siddiqui HMK, 2009, Unani Medicine in India, CCRUM, New Delhi, p. 08, 26-29.
- WHO, Primary Health Care, Report of the International Conference on Primary Health Care, Geneva, WHO; 1978.
- Warren KS, The Evolution of Selective Primary Health Care, Social Science and Medicine 1988; 26 : 891-8



# سکون نفسانی اور صحت

☆ حکیم عبداللہ

☆ حکیم عبدالمنان

☆ حکیم عبدالرؤف

ہے۔ کسی حکیم کا مقولہ ہے:

”خوشنگوار جذبات جسم کے اعضاء کو صحیح طور پر اپنا کام انجام دینے میں مددگار ثابت ہوتے ہیں، اس کی وجہ سے جسم آسانی سے بیماریوں کا مقابلہ کر سکتا ہے۔“

مثالاً:

قیامت کا جذبہ دل کے اندر اطمینان لاتا ہے، جس سے صحت میں بہتری پیدا ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف حرص و طمع، خواہ مال و دولت کی ہو یا عہدہ کی، صحت کے لیے انتہائی مضر ہے۔

خر خواہی، ایثار و ہمدردی اور دوسروں کو نفع پہنچانے کا جذبہ انسان کو روحانی طور پر سکون و تقویت پہنچاتا ہے، اسی لیے بعض بزرگوں کا قول ہے: ”اگر ہم خوش و خرم، عافیت اور بھلائی کے ساتھ رہنا پڑتے ہیں تو ایسا کام کریں جس سے دوسروں کو بھلائی اور عافیت پہنچے، ایسی باتوں اور ایسے اعمال سے پرہیز کریں، جس سے دوسروں کے دلوں کو تھیس پہنچے۔“

اچھے اخلاق اور نیک عادتیں انسان کے لیے سعادت اور خوش بختی کی

انسان کے زندہ، متحرک اور باشعور رہنے کے لیے جن اسباب کی ضرورت ہے انھیں اسباب ستے ضروری یہ کہا جاتا ہے، ان میں سے ایک اہم اور ضروری سبب حرکت و سکون بدنبی نفسانی ہے۔ انسان کے لیے ضروری ہے کہ بقدر ضرورت حرکت کرے اور اسی طرح یہ بھی ضروری ہے کچھ سکون بھی حاصل ہو، یہ سکون جس طرح جسمانی طور پر ناگزیر ہے، اسی طرح نفسانی طور پر بھی ضروری ہے، درج ذیل سطور میں اس کی قدرے و صاحت پیش ہے۔

انسان کے اندر فطری طور پر کچھ جذبات پائے جاتے ہیں، مثلاً غم و غصہ، تشویش و اضطراب اور تکرات و خیالات وغیرہ، ان جذبات کا اعتدال پر رہنا صحت کے لیے انتہائی ضروری ہے۔

ثبت جذبات، خوش طبعی اور خوش مزاجی جیسی صفات دل و دماغ پر اچھے اثرات ڈالتے ہیں، ان سے جسم کے اندر ایسے کیمیاوی مادے پیدا ہوتے ہیں جن سے رگوں کی طبعی لپک قائم رہتی ہے، جو صحت کے لیے ضروری ہے، ان کے ذریعہ امراض سے شفاء اور جسم کو تقویت حاصل ہوتی

☆ صدر شعبہ تشریح المبدن، اجمل خال طبیہ کا لج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆ پوفیسر شعبہ معالجات، اجمل خال طبیہ کا لج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆ اسٹنٹ پوفیسر شعبہ علم الادویہ، اجمل خال طبیہ کا لج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

دودھ میں تغیر کے اثرات بچ پر بھی نمایاں ہوں گے اور بچہ اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

نفسانی اضطراب بالوں کے رنگ کو بھی متاثر کرتا ہے، اسی وجہ سے جو لوگ مستقل رنج و غم اور اندر یشہ و خوف میں بیتلار بیتھتے ہیں، ان میں بڑھاپا جلد آتا ہے۔ نفسانی اضطراب کی زیادتی سے جسم پر قبل از وقت بڑھاپا کے اثرات ظاہر ہونے لگتے ہیں، بالوں کی رنگت میں سفیدی غالب ہو جاتی ہے، چہرے پر جھریاں جلدی ظاہر ہونے لگتی ہیں اور نظام ہضم بھی متاثر ہو جاتا ہے۔

ابوطیب متبیٰ نے بھی نفسانی عوارض کے اثرات کو شعر میں بیان کیا ہے

والهم يخترم الجسم نحافة

ويشيب ناصية الصبي وبهرم

[رنج و غم تدرست و قانا جسم کو لا غر بنا دیتے ہیں، انسان کم عمری ہی میں سفید ریش ہو جاتا ہے اور بڑھاپا جلد آتا ہے۔]

نفسانی عوارض میں کینہ اور حسد بھی شامل ہیں۔ یہ بھی جلد بڑھاپا کا موجب ہیں، کیونکہ کینہ و رکا دل ہمیشہ مضطرب اور بے چین رہتا ہے، جس سے ہضم میں خرابی اور نقص تغذیہ لاحق ہو سکتا ہے۔

حکما کا قول ہے:

”حد کی بیماری اسد کی بیماری [داء الاسد] سے زیادہ خراب ہوتی ہے۔“

صحت مندرہنے کے لیے ہمیں چاہیے کہ ہمیشہ خوش و خرم رہیں، غم و غصہ، فکر و حسد، تنگ نظری و مردہ دلی اور دماغی الجھنوں سے دور رہیں۔

پیغمبر اسلام آنحضرت ﷺ نے اسلامی تعلیمات کے علاوہ صحت مندر معاشرہ اور انفرادی زندگیوں کے پاکیزہ اصول صحت مقرر فرمائے ہیں، ایک موقع پر فرمایا:

”سید ہے سادے رہو، میانہ روی اختیار کرو اور ہشاش بشاش رہو۔“ [مشکوٰة]

**خوشدنی، زندگی میں سرگرمی اور کام میں دلچسپی:**

صحت مندرہنے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی ہمہ وقت کی مفید کام میں مشغول رہے، بے کاری کو معصیت کا دروازہ کھاگیا ہے، بعض حکماء نے لکھا ہے کہ آدمی ایسا مشغله اختیار کرے جس میں اس کا جی لگے، کام ملنے کے بعد آدمی پر یہ ضروری ہے کہ اپنے کام کو شوق و لگن کے ساتھ کرے، اور

ضامن ہیں، حلم و بردباری، شرافت و قیامت انسان کے لیے خیر خواہ وزیر کے مانند ہیں، جو اس کو ہر خیر کی طرف رہبہری کرتے ہیں اور مضرتوں سے روکتے ہیں، یہ چیزیں دل میں انشراح پیدا کرتی ہیں، کہ وہ کو زائل کرتی ہیں اور معیوب حرکتوں سے انسان کو حفاظ رکھتی ہیں، ان صفات کو پیدا کرنے سے انسان جسمانی اور روحانی دونوں اعتبار سے صحت مندرہتا ہے۔

غم و غصہ، اضطراب و تشویش، نفرت و عداوت اور مالیوں ایسے جذبات ہیں جن سے صحت کو غیر معمولی نقصان لاحق ہوتا ہے، یہ جذبات جسمانی نظام کو درہم برہم کر دیتے ہیں۔

غم و غصہ اور اضطراب و تشویش سے ہضم کا فعل بھی متاثر ہوتا ہے، اچھی سے اچھی غذا لینے کے باوجود ہاضم درست نہ ہونے کی وجہ سے انسان کمزور اور لا غر ہو جاتا ہے اور اس کا وزن کم ہونے لگتا ہے یا ان افعال کی وجہ سے دل و دماغ کا توازن بگڑ جاتا ہے، ذہنی اور اعصابی کمزوری کے نتیجہ میں انسان نفسیاتی امراض میں بیتلار ہو جاتا ہے۔

منقی جذبات [مشائم و غصہ، نفرت و عداوت، حسد و کینہ] میں بیتلار ہنے سے ضغط الدم توی [خون کے دباؤ میں زیادتی] پیدا ہو جاتا ہے اور خون کی رگوں کی طبعی لچک کم ہو جاتی ہے، ان چیزوں کے پیدا ہونے کے بعد دل کے شدید امراض لاحق ہو سکتے ہیں، ناخوشنگوار گفتگو اعصاب اور دل و دماغ کے لیے بیجد نقصان دہ ہے۔ عصر حاضر میں ضغط الدم توی اور ذیا بیطس جیسے مہلک اور لاعلاج امراض کے بیانی اسباب بھی منقی جذبات ہیں۔

تناؤ پیدا کرنے والے مسائل پر برا بیکھنہ ہونے کے بجائے سکون اور یکسوئی حاصل کرنے کی عادت ڈالنی چاہیے۔ نفسانی اضطراب سے دماغ متاثر ہوتا ہے اور دماغ کے تاثر کی وجہ سے جسم کے سارے ہی اعضاء متاثر ہو جاتے ہیں، نتیجہ ان کے افعال، ساخت اور نمو میں تغیر ہونے لگتا ہے، بعض مرتبہ اس تاثر سے خون مکدر ہو جاتا ہے اور انسان متعدد نفسیاتی اور قلبی امراض کا شکار ہو جاتا ہے۔

اسی بنا پر یہ کہا جاتا ہے کہ دودھ پلانے والی عورت اگر نفسانی اضطراب سے دوچار ہے، اور اسی حال میں بچہ کو دودھ پلاتی ہے تو بچہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا، اسی لیے مرضعه [دودھ پلانے والی عورت] کو نفسانی اضطراب سے محفوظ رہنے کا مشورہ دیا جاتا ہے کیونکہ دو ایں رضاuat خون سے پیدا شدہ سہ ماہی جہان طب، نئی دہلی

عبادت، ذکر اللہ اور تلاوت کے لیے وقت فارغ کرنا چاہیے، ان اعمال کے کرنے سے قلب کو سکون اور روح کو غذا میسر ہوتی ہے۔

اس کے بعد ہلکی ورزش مثلاً صاف سترھی سبزہ زار جگہوں یا پارک وغیرہ میں چہل قدمی کرنا چاہیے، ورزش کے بعد تقریباً آدھا گھنٹہ بعد غسل کرنا چاہیے، اس کے بعد اہتمام کے ساتھ ناشتا کرنے کا معمول بنانا چاہیے۔

ان چیزوں کا ہتمام کرنے سے جسم کی دفائی قوت مضبوط ہوتی ہے، ہضمِ غذا میں اعتدال آتا ہے اور انسان مختلف قسم کے استحالتی، دماغی اور قلبی امراض سے محفوظ ہوجاتا ہے۔ اسی طرح چوبیں گھنٹہ کا اپنا نظام الادوات مرتباً کرنا چاہیے، جو بھی معمول بنائے اس کو پابندی، شوق و لگن سے اہتمام کے ساتھ پورا کرنا چاہیے، امام غزالی کا قول ہے:

”معمولات کی پابندی ترقی کا زینہ ہے“

ایسا کرنے سے کام اور وقت دونوں میں برکت ہوتی ہے اور آدمی کو راحت و عافیت محسوس ہوتی ہے۔

جو افراد خالی الذہن اور فارغ البال ہوتے ہیں وہ پریشانیوں اور الجھنوں میں بیتلارہتے ہیں اور طرح طرح کے امراض کا شکار ہوتے ہیں، ان کے مال، وقت اور کاموں میں برکت نہیں رہتی ہے، بلکہ بے ترتیبی کی وجہ سے بعض اوقات ذہنی اضطراب میں بیتلارہتے ہیں۔

### اخلاق و عادات:

علمی ادارہ صحت نے صحت کی تعریف میں جسمانی، دماغی، سماجی اور روحانی چاروں امور پر زور دیا ہے، اس لیے کامل صحت مند انسان کا تصور اسی وقت ہو سکتا ہے، جب وہ سماجی اعتبار سے بھی مکمل ہو، مثلاً اس کے اخلاق و عادات بھی درجہ کمال کو پہنچے ہوئے ہوں، اسے خوش اخلاق اور خوش مزاج بھی ہونا چاہیے، اخلاق کی اہمیت کا اندازہ درج زیل ارشادات مبارکہ سے بھی عیاں ہے:

اللہ پاک کا ارشاد ہے:

ترجمہ: برائی کو بھلائی سے دفع کرو، تمہارا جانی و ثمن دوست بن جائے گا۔ ”تم السجدہ“

حضور پاک ﷺ نے فرمایا:

ترجمہ: تم میں کامل ایمان والا وہ شخص ہے جو بلند اخلاق والا ہے۔

کام کو اپنے لیے دلچسپ بنانے کی کوشش کرے۔

مصروفیت میں فرحت اور خوشی پہنچا ہے، کسی کام میں شوق و لگن ایک ایسی چیز ہے جس میں بھلی کی سی طاقت ہے اور جس کے ذریعہ مشکل سے مشکل کام آسان ہو جاتا ہے۔ کام سے نفرت کام نہ کرنے پر اکساتی ہے، اگر انسان کام نہ کرنے کا عادی ہو تو جلد تھک جاتا ہے۔

اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ کسی کام کو مسلسل جاری نہیں رکھا جاسکتا، چند گھنٹوں کی مصروفیت کے بعد اکتا ہٹ کا پیدا ہو جانا لازمی ہے، اس کے لیے بہتر ہے کہ کسی کام کو کرتے کرتے جی اکتا جائے تو مشغله بدلتے۔

روزمرہ کے مشاغل کے بعد انسان کو سرست بختی کا ذریعہ سماجی زندگی کی دلچسپیاں ہیں۔ فطری طور پر انسان مدنی الطبع ہے، اس لیے وہ انسانوں سے الگ تھاگ نہیں رہ سکتا اور رہنے کی کوشش بھی کرے تو خوشی کی زندگی نہیں گزار سکتا۔

سماجی زندگی محبت اور رفاقت کے جذبات ابھارتی ہے اور محبت ہی خوشی کی بنیاد ہے، اس لیے ضروری ہے کہ انسان اپنی معاشی ضروریات سے فراغت کے بعد احباب کے ساتھ ملاقاتیں کرے، تاکہ جی بہلانے والی اور طبیعت کو شاد کرنے والی باتیں ہوں، ہکیل، کواد اور تفریح بھی کسی قدر دکھ اور غم دور کرنے کا ذریعہ ہیں۔ مطالعہ یقیناً دل بستگی کا سامان فراہم کرتا ہے، کتاب کو انسان کا بہترین دوست اور فیق کہا گیا ہے۔ عربی زبان و ادب کے کیتائے زمانہ شاعر عتنی کا خیال ہے

”خیز جلیس فی الزمان کتاب“

”دنیا میں بہترین ہم نشین کتاب ہے“

یا فرانسیس بیکن [Francis Bacon] کا مشہور مقولہ Books are

”the best companion of a man“ اس موضوع کا ترجمان ہیں۔

عبادت سے تسلی اور تسلیم حاصل ہوتی ہے۔ نماز ایک غمزدہ انسان کو

تسکین کا سامان فراہم کرتی ہے۔

تیتظیم:

صحت مندر ہنے کے لیے ضروری ہے کہ روزمرہ کے کاموں کے لیے آدمی نظم بنائے، سویرے اٹھنے کی عادت ڈالے، جس سے صحت و تنفسی بھی حاصل ہوتی ہے، ہر کام میں [خصوصاً روزی میں] برکت ہوتی ہے، صح بیدار ہونے کے بعد سنت کے مطابق ضروریات سے فارغ ہو کر اللہ کی

- علم و اخلاص کی دولت سے محروم ہو جاتی ہے۔
  - حیا اور غیرت رخصت ہو جاتی ہے۔
  - جوش و ولہ اور قوتِ ارادی میں کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔
  - پُرمردگی، وحشت اور نسیان کا غلبہ رہتا ہے۔
  - دل سے نفع و نقصان کا فرق مٹ جاتا ہے۔
  - آدمی پر نصیحت کا گرنیں ہوتی۔
- طب کی کتابوں میں صحت کی جو تعریف بیان کی گئی ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

”صحبت مند آدمی وہ ہے جو جسمانی، ذہنی روحانی اور سماجی اعتبار سے صحبت مند ہو۔“

اچھی عادات اور اپنے اخلاق کو اپنائے بغیر کوئی بھی خود کمل صحت مند نہیں رہ سکتا، اسی لیے اطباء نے اس بات کی ہدایت کی ہے کہ ہر فرد ضبط نفس کی عادت ڈالے، اپنے جذبات و خیالات، خواہشات اور شہوات پر قابو رکھے، اپنے دل کو بھڑکنے، خیالات کو منتشر ہونے اور زنگاہ کو آوارہ ہونے سے بچائے، نش آور چیزوں سے بچے اور اپنے آپ کو برقی صحبت سے بچائے۔

ذکرہ بالاقوال کی روشنی میں بعض بزرگوں کے حکیمانہ تجربات کو بطور دلیل پیش کیا جاسکتا ہے:

”اگر انسان درج ذیل چار بری خصلتوں سے اپنے آپ کو حفظ کر لے تو وہ سماج کی دیگر آفات و آلام سے پاک ہو جائے گا:

- بُری صحبت۔
- بدگمانی۔
- بدزبانی اور
- بد نگاہی۔

کسی اہلِ دل نے ان میں سے تین کو ایک شعر میں پروردیا ہے۔

مہلکِ روح و بدن سُن اے اخی  
بد زبانی ، بد نگاہی ، بد ظنی

خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیقؓ نے عوام سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ترجمہ: اے اللہ کے بندو! آپس میں قطعہ تعلق نہ کرو، بعض نہ رکھو، کسی سے حسد نہ کرو، بہیشہ بھائی بھائی بن کر رہو، ایک دوسرے سے اخلاق و محبت سے پیش آؤ، بیادر کھوکھ دل سے صدقہ دینا قبولیت کی ثانی ہے، نصیحت بھی نزی سے کرو کیونکہ نصیحتِ زخم ہے اور نزی اس کے لیے مرہم ہے۔“

حضرت عثمانؓ کا ارشاد ہے کہ:

”تلوار کا زخم بدن پر لگتا ہے، لیکن بد اخلاقی اور برقی با توں کا روح پر،“

حضرت علیؓ کا قول ہے:

”ترجمہ: افضل ترین لوگ وہ ہیں جو اپنے اخلاق کے مالک ہیں، یہ نہ بھولو کہ جسمانی عضو کی حسن اخلاق سے پوری ہو جاتی ہے،“

حضرت حسنؓ کا قول ہے:

”تقویٰ سب سے بڑی دانائی ہے اور بد اخلاقی سب سے بڑی کمزوری ہے۔“

بقراط و ارسٹودونوں اس بات پر متفق ہیں کہ حسن اخلاق سے دلوں میں محبت نشوونما پاتی ہے اور زندگی راحت و آرام سے بسرا ہوتی ہے، حسن اخلاق سے آدمی دوسروں کا دل جیت سکتا ہے۔

بُری عادات مثلاً شراب نوشی، بد نظری، بدگمانی، غیبت، بہتان، چغلخوری، حسد، غصہ، انتقام لینے کا جذبہ، بے ادبی اور نشہ آور چیزوں کا استعمال وغیرہ انسانی صحت کو بہت زیادہ متاثر کرتی ہیں، ان عادات میں بنتا رہنے والے افراد پورے معاشرے کے بکار کا سبب بن جاتے ہیں اور جب معاشرہ میں فساد ہوگا تو لازمی طور پر اس کے اثرات انفرادی زندگیوں پر بھی مرتب ہوں گے۔

جن لوگوں کی عادتیں خراب ہو جاتی ہیں ان کے قلب و دماغ ماؤف ہو جاتے ہیں، سکون و عافیت فنا ہو جاتی ہے، ان کے چہرے جوانی کے حسن و جمال اور مردانہ صفات کی لکاشی سے محروم ہو جاتے ہیں اور وہ زندگی کے ہر میدان میں بے ہمت، پست حوصلہ اور بزدل ثابت ہوتے ہیں۔

بُری عادات کے عمومی نقصانات:

- روزی کی برکت ختم ہو جاتی ہے۔

## مراجع و مصادر

۱	قرآن شریف
۲	بخاری شریف
۳	مسلم شریف
۴	ترمذی شریف
۵	ابوداؤ دشیریف
۶	ابن ماجہ شریف
۷	مختکلۃ المصالح
۸	مدارج النبوہ
۹	احیاء العلوم
۱۰	طبع نبوی
۱۱	بری عادتیں
۱۲	اطبا اور ان کی مسیحائی
۱۳	كتاب المنصوری
۱۴	القانون في الطب
۱۵	الحاوی في الطب
۱۶	ذخیرہ خوارزم شاہی
۱۷	فردوس الحکمت
علامہ بن قیم الجوزی [ترجمہ حکیم عزیز الرحمن]، الدار السلفیہ، بسمی، جون ۲۰۰۸ء	
ابو بکر محمد بن زکریار ازی، مترجم: حکیم محمد اشرف کریم، مسیح آفیٹ پریس، دہلی، فروری ۱۹۹۱ء	
ابوالحسن علی بن عبد اللہ بن سینا، مترجم: حکیم غلام حسین کنفوری، سنشل کنسل فارریسرچ ان یونانی میڈیسین	
ابو بکر محمد بن زکریار ازی، نئی دہلی	
سید اسملیعیل جرجانی، مطبع نامی نقشی نول کشور، لکھنؤ	
ابوالحسن علی بن ربن طبری، مترجم حکیم رشید اشرف ندوی، ادارہ مطبوعات سلمان الرحمن مارکیٹ، غزنی اسٹریٹ اردو بازار، لاہور	

•••

# سنِ کہولت اور انحراطی تغیرات

☆ حکیم عبدالرؤف  
 ☆ حکیم وسیم الرحمن  
 ☆☆☆ حکیم عبد اللہ  
 ☆☆☆☆ حکیم عبداللطیف

مجی الدین ابن عربی نے کہل کا اطلاق ۳۳ سال سے متجاوز ہونے والے اشخاص پر کیا ہے۔ عربی لغات کی معروف کتاب مکالم میں کہل کا اطلاق ۳۲ سال کی عمر سے لے کر ۱۵ سال تک کے افراد کے لیے کیا گیا ہے، ویسے تو قطعیت سے نہیں کہا جاسکتا مگر کتب تواریخ میں حضرت عیسیٰ کے حوالے سے یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انھیں ۳۰ سال کی عمر میں منصب نبوت عطا کیا گیا اور کل ۳۳ سال کی عمر میں آسمان پر اٹھا لیے گئے۔ اس اعتبار سے کہولت کا آغاز ۳۰ سال سے شروع ہو جائے گا۔

کتب احادیث کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرات شیخین کے لیے لفظ کہول کا استعمال کیا ہے اور چونکہ یہ ارشاد مدنی زندگی کا ہے اور بھرت کے وقت نبی کریم ﷺ کی عمر ۵۳ سال تھی اور یہ دونوں حضرات عمر میں آپ سے کچھ ہی سال چھوٹے تھے، غالب گمان یہ ہے

کہولت عربی زبان کا لفظ ہے، جس کا مادہ کہل ہے۔ قرآن کریم میں حضرت عیسیٰ کے لیے دو جگہ لفظ کہل، استعمال ہوا ہے۔ عربی زبان میں کہل، ادھیر عمر کے لیے بولا جاتا ہے۔ کہل [ف، ک] کہولت، واکہل ادھیر عمر کا ہونا [اکہل و تکہل النبات = پوری لمبائی کا ہونا]، الکہل ادھیر عمر کا، ۳۰ سے ۵۰ سال کی عمر کا، ج = کہوں و گہوں و کہال و گہلان و کہل۔ [۱]

قرآنی لغات پرتنی امام راغب اصفهانی کی مبسوط کتاب المفردات فی غریب القرآن میں الکہل کی تشریح میں اذا و خطہ الشیب بیان کیا گیا ہے۔

لسانیات کی معروف کتاب الصلاح کے مطابق کہل اس آدمی کو کہا جاتا ہے جس کی عمر ۳۰ سال سے متجاوز ہو جائے اور سر کے بال بھی سفید ہونے شروع ہو جائیں۔

\* اسٹینٹ پروفیسر شعبہ علم الادویہ، اجمل خاں طبیبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ  
 ☆ ایم ڈی، اجمل خاں طبیبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ  
 ☆ صدر شعبہ تشریح البدن، اجمل خاں طبیبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ  
 ☆ صدر شعبہ علم الادویہ، اجمل خاں طبیبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ  
 سہ ماہی جہان طب، نئی دہلی

اگر انسان کی نشوونمایا پروش ایسے ماحول میں ہوگی، جہاں اسے معتدل غذا، فضائی آلوگی سے پاک ماحول اور دیگر اسباب و عوامل حداً عتمدال میں ہوں گے تو ایسے افراد کی اوسط مدتِ حیات زیادہ ہونا بدیکھی ہے۔

ہندوستان کے مختلف صوبوں کا اگر جائزہ لیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ صوبہ کیرلا کی شرح خواندگی اور معیار زندگی دیگر صوبہ جات سے چونکہ بہتر ہے، اس لیے وہاں کی اوسط مدتِ حیات اور درجات عمر کے تغیرات بہ نسبت دیگر صوبوں کے بہتر ہوں گے، پھر دہائیوں میں ہندوستانی آبادی کی دس سالہ مردم شماری کے سروے کے مطابق ہندوستانی باشندوں کی اوسط مدتِ حیات ۶۰ سے بڑھ کر ۶۵ سال ہو گئی ہے، اس لیے کہولت کی عمر کو ہندوستان میں ۳۵ سے ۲۵ سال تک تعین کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد سن شیتوخت کا آغاز ہوتا ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ ہندوستانی ملازم میں کی سبک دشی کی عمر ۶۵ سال تعین کی گئی ہے۔

**انحطاطی تبدیلیاں اور اسباب و عوامل:**

سن کہولت انسانی زندگی کا اہم اور غیر معمولی درجہ ہوتا ہے، جس میں جسم انسانی میں قوتیں اگرچہ باقی رہتی ہیں مگر جسم طبعی تغیرات اور انحطاطی تبدیلیوں سے دوچار ہونا شروع ہوجاتا ہے یہ وہ زمانہ ہوتا ہے جب آدمی سماجی اعتبار سے مختلف ذمہ داریوں کے حصار میں رہتا ہے۔ گھریلو سائل، معاشی و معاشرتی عوامل، روزمرہ کی ضروریات، اولاد کی تعلیم و تربیت، عزو جاہ کی فطری خواہشیں اور دیگر اسباب و سائل کا آغاز بھی اسی درجہ عمر سے ہوجاتا ہے۔

خواتین میں عموماً ۲۲ سال کے بعد سن ایسا شروع ہوجاتا ہے، مردوں میں سن قوت کی بہ نسبت جنسی خواہشات میں کی آجائی ہے، ۴۰ سال کے بعد انسان کی دماغی و نفسانی قوتیں پختگی کی طرف مائل ہوجاتی ہیں، ہنپتی بالیدگی کی ابتداؤ گویا اسی عمر سے شروع ہوجاتی ہے، یہی وہ بنیادی سبب ہے کہ انبیاء کو منصب نبوت چالیس سال کے بعد تفویض کیا گیا، یونکہ اس عمر تک انسان زندگی کے بہت سے تجربات اور مشاہدات سے آشنا ہو چکا ہوتا ہے۔

ہندوستان جیسے جمہوری ملک کی مجلس مفتونہ کے دونوں ایوانوں [ایوان

کے اس وقت ان حضرات کی عمریں ۵۰ کے آس پاس ہوں گی۔ ماہرین لغت کی کتابوں، قرآنی آیات اور احادیث کی تفصیلات سے یہ امر محقق ہوجاتا ہے کہ کہولت کا آغاز اس وقت سے ہوجاتا ہے جب آدمی کا شباب ڈھلانا شروع ہوجائے اور سر کے بالوں میں سفیدی آنے لگے۔

**سن کہولت کی تعریف:**

سن کہولت کی تعریف میں منقد میں اطباء مختلف الاقوال ہیں، علی بن عباس مجوسی کے بقول:

سن کہولت میں نمود غیرہ کے ٹھہر جانے سے انحطاط اور کی بعض امور میں نمایاں ہوجاتی ہے اور نقصان نظر آنے لگتا ہے، مگر یہ نقصان ایسا نہیں ہوتا کہ قوت بدندی میں سستی اور شکستگی پیدا ہوجائے۔ اس درجے کی انتہا ساٹھ سال تک ہوتی ہے۔

صاحب اکسیر نے بھی کہولت کی تعریف مجوسی جیسی بیان کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

”تیرا سن انحطاط ہے، اس کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جس میں قوت باقی رہتی ہے، اس کو سن کہولت بھی کہا جاتا ہے، یہ وہ سن ہے جس میں نقصان [حرارت غریز یہ میں] ظاہر ہو، مگر یہ کہ ابھی قوت میں ضعف نہ آیا ہو، یعنی بدندی نقصان ہو مثلاً یہ کہ بینائی کا کم ہونا یا بالوں کا سفید ہونا، لیکن قوت میں بہت زیادہ ضعف پیدا نہیں ہوتا اور اس کی عمر ساٹھ سال تک ہے۔“

سدیدی نے بھی اقوال متذکرہ کی تائید کی ہے۔

مذکورہ بالا بیانات اس امر کی جانب نشاندہی کرتے ہیں کہ کہولت کی درجہ بندی صرف عمر کی تعین سے ممکن نہیں، بلکہ اس کے تعین کا انحصار بدندی تغیرات اور اس کے نتیجے میں جسم میں نمایاں ہونے والے آثار و علامات پر بھی ہے جو مختلف اقلیم، ممالک، خطے اور علاقوں میں الگ الگ عمروں میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ ہر ملک کے عوام کی اوسط مدتِ حیات میں نمایاں فرق دیکھا جا رہا ہے۔

حالیہ سروے یا جائزے بتاتے ہیں کہ مغربی یا امریکی ممالک جیسے ترقی یافتہ خطوں میں بننے والے لوگوں کی اوسط مدتِ حیات ترقی پذیر ملکوں کے باشندوں سے زیادہ ہے، اس کا لازمی اثر انسان کے درجات پر بھی ہو گا۔

یوست کی جانب مائل ہونا شروع ہو جاتا ہے، مگر یہ زمانہ انحطاط کا اولین دور ہوتا ہے، اسی لیے اُسے سن کھول کا نام دیا گیا ہے، جس میں مختلف علامات غمودار ہونے لگتی ہیں، مثلاً بالوں کا سفید ہونا، ہڈیوں کی کشافت میں کمی کا لاحق ہونا، تصلبِ شراکین، بعض اشخاص میں جلد کی رنگت میں تبدلی اور تحریکِ عضلات میں فرقِ محسوس ہونے لگتا ہے۔ بہت سارے اشخاص میں اس عمر میں قلبی امراض کی علامتیں شروع ہو جاتی ہیں، کیوں کہ قلب کا طبعی مزاج حار رطب ہوتا ہے، جب کہ سن کھولت میں انسانی مزاج یوست اور برودت کی جانب مائل ہو جاتا ہے، اور یہ کیفیت قلبی مزاج کے مغایر ہے اور ضعفِ قلب کے لیے معاون ہے۔

چونکہ برودت اور یوست کی وجہ سے عروق و تجویف میں اخلاط کے نفوذ اور سیلانِ رطوبت میں سستی پیدا ہونے لگتی ہے، اس لیے لازمی طور پر عضلاتِ قلب میں تحریک کی کمی اور عروق میں تصلب شروع ہو جاتا ہے اور انسان فالج، میتوتہ قلب اور قلبی تسدیج یعنی خطرناک اور مہلک امراض کا شکار ہونے لگتا ہے۔ اس عمر میں نبض کی رفتار اور شراکین کی دیواروں کی لچک میں بھی فرقِ محسوس ہونے لگتا ہے، چنانچہ کھول میں نبض صغیر، بطي اور صلب ہو جاتی ہے۔

محبی کے مطابق اڈی ہیر عمر کے لوگوں میں موجود اخلاط کا احتراق ہو کر مردہ سودا میں تبدیل ہو جاتا ہے، چونکہ سودا کا مزاج بار دیاں بتایا گیا ہے، لہذا اس حصہ عمر میں مزاج انسانی میں نمایاں تبدیلی دیکھنے کو ملتی ہے۔ محبی کے بیان سے متوجہ ہوتا ہے کہ سن کھولت اور خلطِ سودا میں کافی مہماں لٹ اور یکسانیت ہے، اسی لیے عمر کے اس درجہ میں غالبہ سودا کے نتیجے میں پیدا ہونے والی علامات رفتہ رفتہ ظاہر ہونے لگتی ہیں، حرارتِ غریزیہ میں نقصان کے باعث برودت اور رطوبتِ غریزیہ کے تحمل ہو جانے کی وجہ سے خشکی کا پیدا ہونا بھی قریب میں معلوم ہوتا ہے۔ خلطِ سودا کا غالبہ خون کے قوام کو غلیظ بناتا ہے اور غلاظت کے اضافے سے دورانِ خون میں سستی پیدا ہونا لازمی ہے، جو کہ مستقبل قریب میں تصلبِ شراکین کا موجب ہے اور تمام امور ضغطِ الدم قوی کے ذمہ دار ہوتے ہیں چنانچہ آئے دن مشاہدہ میں آثار ہتا ہے کہ اڈی ہیر عمر ہی سے ضغطِ الدم قوی کی شروعات ہو جاتی ہے۔ جسم کے اعضاءِ رئیسہ میں قلب بھی ایک عضوِ کمیں ہے جو کہ روح

بالا وزیریں] کی رکنیت کی عمر میں بالترتیب ۳۵ اور ۳۳ سال رکھی گئی ہیں، یہی وہ زمانہ ہے جب انسان عقل و شعور کو قابو میں رکھتے ہوئے جوش و امنگ سے بھر پور ہوتا ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ جو خاندان زیادہ افراد پر مشتمل ہوتے ہیں ان میں معمرا اور ضعیف اشخاص کی نگرانی عموماً کھول افراد پر ہی ہوتی ہے۔ عمر سیدہ افراد کی ذمہ داریوں کے علاوہ دیگر امورِ خانہ داری سے بھی وہ بریِ الذمہ نہیں ہوتے۔

مناصب و مراتب کے فرق سے دفاتر اور محکموں کے مسائل سے بھی انسان کو اسی زمانہ میں دوچار ہونا پڑتا ہے، گواہِ حصہ عمر میں انسان کسپ معاش میں سرگردان رہتا ہے، جو ذہنی تنا و اضطراب کا باعث ہوتا ہے، ان ذہنی الجھنوں اور نفسیاتی اضطراب کی وجہ سے بدنی و نفسانی حرکات غیر معمولی ہو جاتی ہیں۔ ان اثرات کا جسمِ انسانی پر مرتب ہونا اور بدن میں طبعی تغیرات کا پیدا ہو جانا قریب میں قیاس ہی نہیں بلکہ امرِ واقعی ہے۔ ذہنی تنا و میں اضافہ کی وجہ سے ذیابطیں اور ضغطِ الدم قوی جیسے عسیرِ العلاج امراض کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے ان بیماریوں میں زندگی بھر دوا کھانے کا روگ لگ جاتا ہے۔ ملیٹ مسلسل دوا کھانے کے باوجود صحبت کی نعمت سے محروم رہتا ہے۔ قلبی و دماغی بیماریوں کے علاوہ قوتِ مناعت میں کمی اس درجہ عمر میں ظاہر ہونے لگتی ہے جو خود کشڑتِ امراض کا باعث ہے۔ ترقی یافتہ ملکوں میں استحکامات اور قلبی امراض کی شرح ترقی پذیر ملکوں کے مقابل زیادہ ہوتی ہے۔

طبعی نقطہ نظر سے بدن انسان کی نشوونما اور ارتقاء اعضاء کے لیے رطوبتِ غریزیہ اور حرارتِ غریزیہ دونوں ذمہ دار ہوتے ہیں، سن نمو میں چونکہ رطوبتِ غریزیہ و افر مقدار میں موجود ہوتی ہے اس لیے بدن روز بروز ارتقائی منزل کی جانب گامزن رہتا ہے، جب کہ سن قوف میں رطوبتِ غریزیہ اور حرارتِ غریزیہ میں اعتدال رہتا ہے، [نکوئی کم ہوتی ہے نہ زیادہ] اس لیے اس درجہ میں اعضاء میں بھی اعتدال نظر آتا ہے، اعضاء کی ارتقائی رفتار ساکن رہتی ہے۔ اس کے بعد رفتہ رفتہ رطوبتِ غریزیہ میں انحطاط کا سلسہ شروع ہو جاتا ہے اور رطوبتِ اتنی کم ہو جاتی ہے کہ طبعی حرارتِ غریزیہ کے تحفظ کے لیے بھی ناکافی ہو جاتی ہے، چنانچہ جسمِ انسانی میں اس وجہ سے مختلف انحطاطی تبدیلیاں ظاہر ہونے لگتی ہیں۔ انسان کا مزاج برودت اور

تصنیف سے جدا گانہ ہی نہیں ہے، بلکہ کسی خاص عضوانسائی پر تفصیلی مواد پیش کر کے رسالہ کی شکل دینا گیا رہو یں صدی میں ابن سینا کی اولین تحقیقی پیش کش نظر آتی ہے۔ پورا رسالہ حقائق و شواہد پر محیط ہے۔ جس میں ابن سینا نے عوارض نفسانیہ کا تعلق قلبی امراض سے واضح کیا ہے اور دلائل عقلیہ اور شواہد سے بتانے کی کوشش کی ہے کہ فرحت و غم اور خوف وغیرہ روح قلبی کے مخصوص تاثرات اور انفعالات ہیں جن سے قلب کا متاثر ہونا لازمی ہے۔

ابن سینا لکھتا ہے کہ حارالمز ان افراد میں فرحت و انبساط کی استعداد سب سے زیادہ پائی جاتی ہے اور باردالمز اج اشخاص میں خوف و غم کو قبول کرنے کی استعداد زیادہ ہوتی ہے، کیونکہ برودت سے روح جیوانی بچ جاتی ہے اور اخلاط میں کثافت پیدا ہو جاتی ہے، نتیجتاً قلبی امراض کا ظہور زیادہ ہونے لگتا ہے، اسیں سینا نے ان عوارض نفسانیہ کا علاج بھی بتانے کی کوشش کی ہے، اس نے ۲۳ مفرد ادویہ کی فہرست پیش کی ہے جو کہ موالید خلاشہ [نباتات، حیوانات اور معدنیات] پر مشتمل ہیں۔ ان ادویہ کو اس نے مفرح و مقوی قلب خواص سے متصف کیا ہے۔

مفردات کے علاوہ ابن سینا نے متعدد ادویہ مرکبہ کی فہرست بھی پیش کی ہے۔ ان مفرد ادویہ کا مطالعہ اور ان پر کیے گئے تحقیقی کاموں کا جائزہ لینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان مذکورہ ۲۳ ادویہ مفردہ میں سے تقریباً دو تھائی ادویہ میں بعینہ وہی افعال و خواص پائے گئے جن کا ذکر ابن سینا نے کیا ہے، بقیہ ایک تھائی ادویہ کی تحقیق موجودہ حاملین فن کی ذمہ داری ہے کہ ان کاموں کو بروئے کار لا کر ان بیانات کی توثیق کریں اور افادیت کو اجاگر کریں، ان ادویہ کی فارما کا لو جیکل تحقیق [Pharmacological evaluation] کے علاوہ ان کی شناخت، معیار بندی، سمیت اور طریقہ تحفظ کو بھی منظر عام پر لایا جائے۔

رقم سطور نے اپنے ایم ڈی کے تحقیقی مقالے میں ان ادویہ کی فہرست پیش کی ہے اور یہ بھی واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ ان تمام ادویہ میں مخلله دیگر کیمیاولی اجزاء کے اجزاء عطریہ اور فراری خوشبودار روغن پائے جاتے ہیں، جو طبیعت انسانی میں منقی عوارض مثلاً رنج و غم اور خوف و توہش سے پیدا شدہ عروق و تجویف میں کثافت، تسدی اور تصلب کا ازالہ

حیوانی کا مرکز ہے، مختلف نفسانی امور، مثلاً خوشی و غم، تکفیرات و تخیلات، فرحت و انبساط، سرور و مستی کی حلاتیں روح باطنی کو پاکیزگی اور روح جیوانی کو جلا بخشتی ہیں، قلب کو استحکام دیتی ہیں، اور طبعی افعال کی انجام دہی میں معاونت کرتی ہیں۔ ایسے افراد دل کی ظاہری اور باطنی بیماریوں سے کافی حد تک محفوظ رہتے ہیں، جن میں فرحت و سرور کی کیفیات زیادہ پائی جاتی ہیں۔ اس طرح کے اوصاف کا تعلق چونکہ حرارت سے ہے۔ اس لیے ایسی کیفیات عموماً انسانی عمر کے سن شباب اور سن وقوف میں زیادہ دیکھنے کو ملتی ہیں البتہ دورانِ کھولت بھی وہ افراد جو اپنی طبیعتوں کو اس طرح کے فرحت و انبساط والی کیفیتوں سے سرشار رکھتے ہیں۔ وہ صحت مند زندگی گزارتے ہیں جب کہ سن کھولت میں چونکہ برودت اور یوپوست کا غالبہ ہوتا ہے اور یہ برودت مزاجی غم و رنج کو قبول کرنے کی استعداد زیادہ رکھتی ہیں اور منفی عوارض نفسانی کی وجہ سے قلبی روح میں تکدر پیدا ہوتا ہے۔ جس سے لازمی طور پر قلب متاثر ہوتا ہے اور ضعف کا میلان بھی بڑھ جاتا ہے، لہذا جو حضرات اس عمر میں رنج و غم کے قید سے اپنے آپ کو آزاد نہیں کر پاتے وہ قلب و دماغ کے امراض کا شکار ہو جاتے ہیں، برودت کی وجہ سے روح جیوانی کی حرکت میں کمی آ جاتی ہے اور روح بچھنے لگتی ہے، اس کا انجام یہ ہوتا ہے کہ انسان کیفیاتِ منفعلہ مثلاً غم، بزدلی، خوف، وحشت اور حزن و ملال سے دوچار ہو جاتا ہے، سوداوی المزاج اشخاص میں چونکہ برودت اور یوپوست کا غالبہ ہوتا ہے، جو روح جیوانی میں کثافت کا موجب ہے سردوے بتاتے ہیں کہ ایسے افراد سن کھولت میں منفی عوارض نفسانیہ کے باعث زندگی بھر کاروگ پیدا کر لیتے ہیں۔

گیارہویں صدی عیسوی کے اوائل میں طب و فلسفہ کی ایک نابغہ روزگار شخصیت ابن سینا نے صرف قلب، اس کی ماہیت مرضی اور اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والی علامتوں اور دیگر عوارض نفسانیہ سے قلب اور روح جیوانی پر اثرات اور ان سب کے علاج پر ایک مبسوط رسالہ رسالہ ادویہ قلبیہ تحریر کیا ہے۔ یہ رسالہ ابن سینا کی تحقیق اور اختراعی ذہن کا شمرہ ہے، رسالہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ابن سینا نے طبی م موضوعات پر جتنی کتابیں سپرد قلم کی ہیں ان میں القانون فی الطب کے بعد رسالہ ادویہ قلبیہ، ہی ایسی تصنیف ہے۔ جوابن سینا کے پیش رو مصنفوں اور مشاہیر اطباء کے طرز

- غلام حسین کثوری، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ، جلد اول، ۹۱۸۹ء
- ۵ محمد اکبر ارزانی، اکسیر القلوب، اردو ترجمہ، مسمی بہ مفرح القلوب از حکیم سید محمد باقر، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ، جلد اول، ۹۱۳۹ء
- ۶ حسین بن عبد اللہ بوعلی بن سینا، القانون فی الطب، اردو ترجمہ، غلام حسین کثوری، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ، جلد اول، ۹۱۵۲ء
- ۷ عبد الرؤف، ایم ڈی مقالہ، شعبۃ علم الادویۃ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ، ۲۰۰۳ء
- ۸ سدید الدین، گاز روپی، لمغنى شرح الموجز [سدیدی] نظر ثانی سید عبدالحسین، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ، ۱۹۱۱ء
- ۹ علی بن عباس مجوسی، کامل الصناعہ، فی الطب، اردو ترجمہ، غلام حسین کثوری، مطبع منشی نول کشور، لکھنؤ، جلد دوم، ۹۱۸۹ء
- ۱۰ مصباح اللغات: ص ۵۵۷

•••

کرتے ہیں اور روح حیوانی کی تطہیر کر کے ان قلبی امراض کو دور کرتے ہیں۔ یہ اہزاد اعطر یہ چونکہ مزاجی اعتبار سے حار کیفیت کے حامل ہوتے ہیں لہذا یوست بروڈت سے پیدا شدہ امراض کے متضاد ہونے کی وجہ سے طبی فلسفہ کے عین مطابق ہوتے ہیں، کیونکہ طب یونانی میں علاج بالضد کو مدنظر رکھ کر علاج کیا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جنون اور مالخون لیا کی صورتوں میں اطباء نے مقویات اور مفرحات قلب ادویہ منتخب کی ہیں، کیونکہ ایسی حالات میں خلط سودا کا غلبہ ہوتا ہے، جو ضعف قلب کا موجب ہے، لہذا ان حالات میں حار المزاج مفرح اور مقوی قلب ادویہ تجویز کی جائیں گی تو نتیجہ خیز ثابت ہوں گی۔

مذکورہ بیانات سے یہ نتیجہ بھی اخذ کیا جاسکتا ہے کہ سن کھولت میں چونکہ بروڈت اور یوست غالب ہوتی ہے، جس سے خون کے قوام میں غلظت پیدا ہوتی ہے اور افعالاتِ نفسانی کی کثرت ہو جاتی ہے، اس لیے اس درجہ عمر میں انسان کو غذا کی احتیاط اور معتدل ریاضت بدنبی پر توجہ مرکوز کرنی چاہیے۔ نفسانی تاثرات سے مکمل حد تک جسم کو محفوظ رکھنا چاہیے، غذاوں میں بھی مرتکب، سریع الغفوڑ اور لطیف القوام اغذیہ زیادہ سودمند ہوتی ہیں۔

ان ادویہ سے بھی فائدہ اٹھانا چاہیے جسے اطباء نے تدایر مشائخ کے ابواب میں تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یوسف ہروی نے مشائخ کی عمروں میں تاخیری عمل کے لیے ادویہ کی فہرست بیان کی ہے اور اپنی تصنیف عین الحیاة میں مفصل تذکرہ کیا ہے۔

ان احتیاطی تدایر سے بہت حد تک قلب و دماغی عوارض سے جسم کو محفوظ رکھا جاسکتا ہے اور طبعی تغیرات اور استحاقی تبدلیوں میں تاخیر عمل پیدا کیا جاسکتا ہے۔

### ماخذ

- ۱- قرآن پاک، سورہ مائدہ، سورہ آل عمران
- ۲- ابو عیسیٰ، محمد بن عیسیٰ، الجامع الترمذی، کتاب المناقب، باب نمبر ۱۶
- ۳- راغب اصفہانی، کتاب المفردات فی ترغیب القرآن، لمطبع المیمنہ، مصر، ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء
- ۴- علی بن عباس مجوسی، کامل الصناعہ، فی الطب، اردو ترجمہ،

☆ حکیم لطافت علی خاں

حکیم فخر عالم ☆☆

ذخیرہ ادویہ میں امراض کبد کے معالجہ کے تعلق سے مفردات اور مرکبات کی ایک طویل فہرست موجود ہے اور جدید تحقیقات کے مطابق تقریباً ایک سو ایک دوائی پودوں کے اندر ۱۵ ادوائی اجزاء کی دریافت ہوئی ہے، جو Hepatoprotective خصوصیات کے حامل ہوتے ہیں۔ اس وقت ہندوستانی طریقہ ہائے علاج کے مختلف مرکبات میں تقریباً ۸٪ نباتی ادویہ مستعمل ہیں۔

امراض کبد میں مستعمل مفردات و مرکبات اور ان کے اجزاء موثرہ کا  
اک عمومی مطالعہ:

**میل ۱: ہندوستان میں تیار مرکبات میں بکثرت مستعمل  
جناتی ادویہ**

<i>Andrographis paniculata</i>	<i>Apium graveolens</i>
<i>Boerhavia diffusa</i>	<i>Cassia occidentalis</i>
<i>Eclipta alba</i>	<i>Cichorium intybus</i>
<i>Oldenlandia corymbosa</i>	<i>Embelia ribes</i>
<i>Asteracantha longifolia</i>	<i>Trachyspermum ammi</i>

یونانی کلیات کے مطابق جگر کا شمار اعضاء رئیسہ میں ہوتا ہے اور اسے افعالِ طبیعیہ کا اصل ذمہ دار تصور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ یہ گونا گوں منافع الاعضائی افعال میں کلیدی اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور متعدد اہم افعال مثلاً استحالة، افزایز، ذخیرہ اندووزی اور مختلف سستیوں کے دفعیہ میں اہم کردار ادا کرتا ہے نیز جگر ہی سے صفراء کا افزایز ہوتا ہے، جو ہضم غذاء میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔

پیشتر امراض کبد کیمیاولی سمیت، شراب نوشی، سُکی صد حیوی ادویہ کے غیر معمولی استعمال کے زیر اثر قوع پذیر ہوتے ہیں، تاہم فی زمانہ ورم کبد کی ویروسی اقسام نے محققین ادویہ کی توجہ کو خاص طور پر مبذول کیا ہے جس میں Hepatitis خصوصیت سے اہل تحقیق کا موضوع ہے۔

شپاہی ادویہ

طبِ جدید تحقیق کے میدان میں حیرت انگیز ترقی کے باوجود امراض کبد کے علاج کے باب میں قطعاً خاموش نظر آ رہی ہے اور اب خود طبِ مغرب اپنی تحقیق کا رخ نباتی ادویہ کی طرف موڑتی نظر آتی ہے۔ اس کے برعکس رواتی طریقہ ہائے علاج، بشمول طب یونانی کے

☆☆☆ ریسرچ آفیسر [بونانی طب]، ریجنل ریسرچ انسٹی ٹیٹ آف بونانی میڈیسین، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ  
☆☆☆ ریسرچ آفیسر [بونانی طب]، ریجنل ریسرچ انسٹی ٹیٹ آف بونانی میڈیسین، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

Anacardium orientalis	Glycyrrhiza glabra
Aralia elata	
Arnica montana	Linum Usitatissimum
	Panax ginseng
Atractylodes lanceae	
	Plantago asiatica
	Rauwolfia spp
Bunium persicum	
Bupleurum falcatum	Silybum marianum
Curcuma longa	
Delphinium nudatum	Withania somnifera

#### میل ۵: محافظ جگر خصوصیات کے حاصل باتی کیا وی اجزاء

Andrographolide [Andrographis paniculata]	Glycyrrhetic acid [Glycyrrhiza glabra]
silybin [Silynum marianum]	Saikosaponins [Bupleurum falcatum]
Picroside [Picrorrhiza Kurroa]	sarmentosins ]Sedum sarmentosum]
Picroside [Picrorrhiza kurroa]	wuweizisu C. [Schisandra chinensis]
Kutkoside [Picrorrhiza kurroa]	Catechin [Anacardium occidentalis]
Gomishins [Schizandra chinensis]	Ursolic acid [Eucalyptus spp.etc.]
Schisandrin A [Schizandra chinensis]	Curcumin [Curcuma longa]
Glycyrrhizin [Glycyrrhiza Glabra]	Fumaric acid [Sida cordifolia]

امراض کبد پر دواؤں کے اثرات:

امراض کبد میں دوائیں کس طرح اثر انداز ہوتی ہیں؟ یہ الگ سے

میل ۲: تجرباتی مطالعہ میں مستعمل سمیات کے خلاف محافظ جگر  
خصوصیات کی باتی ادویہ

Acacia catechu	Phyllanthus emblica
Achillea millefolium	Phyllanthus debilis
Azadirachta indica	Phyllanthus kozikodianus
Andrographis paniculata	Phyllanthus maderaspatensis
Boerhavia diffusa	Phyllanthus niruri
Capparis spinosa	Picrorrhiza kurroa
	Ricinus communis
Cichorium intybus	Sida cordifolia
Daucus carota	Sida rhombifolia
Eclipta alba	Swertia chirata
Geophila reniformis	Tephrosia purpurea
Glycosmis pentaphylla	Trichopus zeylanicus
Moringa oleifera	Wedelia Calendulacea
Ocimum sanctum	Withania somnifera

میل ۳: تجرباتی مطالعہ میں آزمودہ چند مرکبات، جو جگر کی سمیت  
کے ازالہ میں موثر پائے گئے۔

#### Formulation

Liv.52	Tefroli
Liv.42	Stimuliv
Liver cure	Koflet
Livol	Ictericine
B.Liv	Dawa ul kurkum
Hypatomed Jigrine	Kabidoon

میل ۴: جیوانی مطالعہ میں موثر پائی جانے والی وہ باتی ادویہ جن کے  
اندر محافظ جگر خصوصیات کا مشاہدہ کیا گیا۔

Acacia catechu	
Acuba japonica	

پر مرطوب مقامات پر پایا جاتا ہے۔ بھنگرہ یونانی طریقہ علاج میں مقوی جگر اور Hepatoprotective کی حیثیت سے بہت کم مستعمل رہا ہے۔ گوکہ بعض یونانی کتابوں کے مطالعہ سے امراض کبد میں بھنگرہ کا استعمال بھی ثابت ہے۔ وہیں محیط اعظم اور مخزن الادویہ جیسی اہم طبی کتب امراض جگر میں بھنگرہ کی طبی افادیت کے تذکرہ سے خالی ہیں۔

### افعال و موضع استعمال:

۱- یہ پودا بطور مقوی استعمال ہوتا ہے عظام کبد اور طحال میں محلل کے طور پر کام کرتا ہے، چنانچہ پودے کا رس نچوڑ کر یقان میں استعمال کرتے ہیں۔ [صفی الدین]

۲- ملطف ہے اور بالاخصیت سہل سود اور بالطبع سہل صفراء ہے۔  
[عبد الحکیم]

۳- ہاضم چیزوں کے ساتھ ملا کر استعمال کرنے سے اندر و فی اعضاء کے سدے دفع ہو جاتے ہیں۔ [جم الغنی]

۴- یہ درد جگر میں مفید ہے اور اسے عظم طحال اور کبد کی صورت میں بطور وفتح سدہ استعمال کرتے ہیں۔ امراض جگر اور Dropsy میں اس کا جوں مفید ثابت ہوتا ہے۔ [چوپڑا اور سو]

۵- اس کی پیوں اور جڑوں کے اندر ادرا صفراء کی صلاحیت ہوتی ہے اور اسے اختلال کبد و مرارہ کی صورت میں تنہایا اجوائیں کے ہمراہ استعمال کرتے ہیں اور اسے Traxacum [مشہور عام Tonic] کے بدل کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور اس کے اندر Wedelactone/Ecliptine نامی الکلائینڈ پایا جاتا ہے، جس پر اس کی طبی افادیت کا دراو مردار ہے۔ [چوپڑا]

### ۲- اصل السوس [Glycyrrhiza glabra]:

اصل السوس اصلاً چینی ماغذی دوا ہے اور زمانہ قدیم سے اطباء کے معمولات میں شامل رہی ہے اور خصوصیت سے یہ امراض شش میں مستعمل رہی ہے، لیکن جدید تحقیقات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ Hepatitis B کی وجہ سے ہونے والے یقان میں زبردست تاثیر رکھتی ہے۔ [بانڈا]

قدیم طبی کتب مثلاً محیط اعظم اور مخزن الادویہ وغیرہ نے امراض کبد کے تعلق سے اس کے افعال کا تذکرہ کیا ہے، تاہم حالیہ زمانے میں امراض کبد میں اصل السوس کا استعمال تقریباً متروک رہا ہے۔

ایک تحقیق کا موضوع ہے، مگر کلیات ادویہ کے مطالعہ سے مسہلات صفراء، مدرات، نمکیات والوں صفراء یہ اور مقوی جگر جیسی اصطلاحات ملتی ہیں اور اکثر طب یونانی میں مستعمل دواؤں کی نوعیت عمل کو انہیں اصطلاحات کے ذریعہ واضح کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، چنانچہ مقوی جگر ادویہ اپنے اجزاء ترکیبیہ اور صورتِ نوعیت کے ایک Complex mechanism ہوتی ہے نیز مدارتِ صفراء اور سہل صفراء ادویہ اخلاط کی مقدار کو توازن کی حدود میں رکھ کر محافظتِ جگر کا فریضہ انجام دیتی ہیں۔ تاہم طب یونانی کے نظریاتِ نوعیتِ افعال کے تعلق سے محل نظر ہیں، اس لیے کہ تقریباً ۶۰% بناتی پودے جو تجربہ گاہ حیوانات میں والوں صفراء اور نمکیات صفراء میں اضافہ کا موجب ہونے کے باوجود Hepatoprotective Potent hepatoprotective خصوصیات سے خالی پائے گئے، ساتھ ہی بعض مثلاً چراستہ اور کلکی کے اندر ادرا صفراء کی صلاحیت کا بھی مشاہدہ کیا گیا ہے۔

مذکورہ تفصیلات سے اندازہ ہوتا ہے کہ بناتی ادویہ کی ایک طویل فہرست مختلف سمیتوں کے خلاف محافظت کبد کی صلاحیت رکھتی ہیں اور عام حالات میں تقویت کے فرائض انجام دیتی ہیں۔ ذیل میں محض چار بناتی پودوں کی جگر پر افادیت کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے۔ اس ضمن میں یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ ان پودوں کا استعمال یا توطیب یونانی کے عام معالجہ میں انتہائی کم رہا ہے، مثلاً بھنگرہ، یا ان بناتی پودوں کو دوسرا دوائی افادیت کے لیے استعمال کیا جاتا رہا ہے، مگر ذیل کی سطور میں متعلقہ پودوں کی افادیت کا جائزہ خالصتاً امراض کبد کے تعلق سے پیش کیا ہے اور ان کے اندر موجود دوسرا دوائی افادیت کے بیان سے احتراز کیا گیا ہے اور ان پودوں پر ہوئی حالیہ تحقیقات سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ پودے امراض کبد کے تعلق سے زبردست افادیت کے حامل ہیں اور ان کو مزید تحقیقات کے ذریعہ ورم کبد و یروی وغیرہ میں استعمال کے لائق بنا یا جا سکتا ہے۔ [انصاری]

### ۱- بھنگرہ [Eclipta alba]:

یہ ایک خودرو نبات ہے۔ سیاہ و سفید اس کی دو اقسام ہیں اور یہ عام طور

## افعال کبدی:

۱- منقی جگر و دافع علی جگر اور نافع در جگر ہے۔ [محیط عظم]

۲- سوس - یاد فع عمل کبد ہے۔ [خزن الادویہ]

حالیہ تحقیقات کے مطابق Snake bite میں اصل السوس مفید ہے

نیز اس کے اندر Antiseptic خصوصیات پائی جاتی ہے۔ [چوپڑا]

۳- اصل السوس امراض کبد و مرارہ اور امراض شش میں مفید ہے اور

یہ غلیظ اخلاط کو نفع دیتی ہے۔ [ندر کرنی]

۴- اصل السوس سے تیار کردہ مجون Bronchitis کی صورت

میں مفید ہے نیز ملیریا میں ہونے والے عظم طحال کوکم کرتا ہے۔ [ندر کرنی]

کیمیاوی تجزیہ:

Albuminoid 37%

Soluble Carbohydrate 31%

Woody Fibres 5.05%

اصل السوس کے اندر ایک جوہر موثر Glycyrrhizine پایا جاتا ہے

جس پر اصل السوس کی طبی افادیت موقوف ہے۔

## ۳- چراستہ [Swertia chirata]:

طب یونانی میں صد بابریس سے چراستہ کا استعمال رہا ہے، چنانچہ قدیم اطباء میں شیخ الرئیس اور ابن بیطار وغیرہ نے قصب الزریرہ کے نام سے اس دوا کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اکثر طبی کتب نے محض اس کی مصنفی دم خصوصیات کے بیان پر اکتفا کیا ہے اور قدیم اطباء میں حکیم اعظم خال نے اسے تپ صفراوی میں مفید بتایا ہے، جب کہ اکثر طبی کتب امراض کبد میں چراستہ کی دوائی افادیت کے ذکر سے خالی ہیں، تاہم حالیہ دور کے بعض اطباء مثلاً چھٹائی نے اس کے کبدی افعال کو بہت شرح و سطح کے ساتھ نقل کیا ہے، وہ رہنمائے عقاویں لکھتے ہیں:

”طب قدیم کے مطابق چراستہ محلل اور ملطف ہے اور جگر اور معدہ کو طاقت دیتا ہے، ورم جگر بارد، سدہ اور استقاء کی صورت میں مفید ہے۔ این ابی افضل ابن ابراہیم تقلیدی کے مطابق چراستہ ورم جگر اور معدہ کے لیے مفید ہے۔ خصوصاً اس صورت میں جب اسے شہد کے ساتھ استعمال کیا جائے اور بینین کے ساتھ ملا کر پایا جائے تو جگر

کے سد وں کو کھولتا ہے۔ طب جدید کے رو سے چراستہ ایک نہایت عمدہ مقوی ہے۔ یہ خاص ایسی بدینصی میں مفید ہے جس میں امعاء اور جگر کا فعل سست ہو گیا ہو۔ دوائے مقوی، حب چراستہ اور نقوع چراستہ وغیرہ اس کے مشہور مرکبات ہیں۔“

حکیم عبدالحکیم بستان المفردات میں لکھتے ہیں:

”چراستہ محلل اور ملطف ہے دل و جگر کو طاقت دیتا ہے اور استقاء میں مفید ہے۔“

چراستہ کے اندر Swertia marin Glycoside نامی پایا جاتا ہے

جس پر چراستہ کی طبی افادیت موقوف ہے۔ [چوپڑا]

چراستہ جی مزمنہ میں مفید ہے اور صفراء کا افزار کرتا ہے۔ [باسو]

چراستہ دل و جگر اور معدہ کے لیے مقوی ہے۔ [ندر کرنی]

## ۲- کنکلی [Picrorrhiza kurroa]:

یہ آیوروپید کی ایک مشہور دوا ہے۔ بعض لوگوں نے غلطی سے اسے خربق سیاہ کا متراff سمجھ لیا ہے، جو غلط ہے۔ خربق سیاہ یونانی طریقہ علاج میں قبل مسح سے استعمال ہو رہی ہے اور عام طور پر جھٹیانا ہندی کوکلی کے بدл کے طور پر فروخت کرتے ہیں۔ [صفی الدین]

## افعال کبدی:

- یہ ملین طبع اور دافع بخار خصوصیات کی حامل ہوتی ہے، اس لیے اسی میں مزمنہ، حمی صفراویہ اور یرقان میں استعمال کرتے ہیں اور یہ یرقان سیاہ اور استقاء میں مفید ہے۔ [محیط عظم]
- اس کے اندر تریاقت ہوتی ہے چنانچہ یہ سانپوں کے زہر میں مفید ہے۔ [چوپڑا]
- فساد صفراء اور بلغم کو مٹاتی ہے نیم کے درخت کا گا بھاما لکر جوش دے کر پینی سے صفراوی بخار اور پیاس دفع ہو جاتی ہے۔ ۳ گرام سفوف کے استعمال سے باری کا بخار ختم ہو جاتا ہے نیز اس کا جوشاندہ استقاء زتی میں مفید ہے اور مصری کے ہمراہ صفراوی بخار میں مفید ہے اور ۰۱ گرام سفوف یرقان میں نفع بخش ہے۔ [خزنہ الادویہ]

- کنکلی بلغم اور غلیظ صفراء کا مسہل ہے اور دافع سدہ ہے۔ [بستان المفردات]
- کیمیاوی تجزیہ سے اس کے اندر Picrorrhizine نام کا ایک

Drیافت ہوا ہے، جس پر اس کی طبی افادیت موقوف ہے۔ اس کے علاوہ گلکوز Glucoside اور اسید کٹھارٹکیک Cathartic acid اور پھی پائے جاتے ہیں۔

### كتابات

انگریزی کتب:

1. Chopra's Indigenous drugs of India
2. M. Nadkarni's, Indian Materia Medica
3. Kiritkar, Basu, Indian Medicinal plants

اردو کتب:

- 1- محیطِ عظیم، حکیم محمد عظیم خاں، ۱۳۱۳ھ
- 2- مختصر الادویہ، مترجم مولوی نور کریم۔ مطبع منتشر نول کشور، لکھنؤ
- 3- خزانۃ الادویہ، حکیم محمد نجم الغنی خاں، ۱۹۲۱ء
- 4- بستان المفردات، حکیم عبدالحکیم، ترقی اردو یپورو، نئی دہلی
- 5- رہنمائے عقاییر، چنعتائی، شیخ محمد بشیر اینڈ سنسنر، اردو بازار، لاہور
- 6- یونانی ادویہ مفرودہ، حکیم صفائی الدین، ترقی اردو یپورو، نئی دہلی

انگریزی رسائل و جرائد:

1. Handa SS. Sharma A, Chakarborty KK. Natural products and plants as liver protecting drugs. Fitoterapia, 1989, 57:307-51
2. Ansari, RA, Aswal BS, Chander R, Dhawan BN. Gark NK, etal, Hepatoprotective activity of kutkin the iridoid glycoside mixture of picrorrhiza kurroa. Indian J Med Res 1998, 87:401-4
3. A.Subramoniam,P.Pushpangadan, Development of phytomedicines for liver diseases, IJP 1999, 31:166-175

• • •

# تفہیم تاشیرات ادویہ

☆ حکیم نعمان انور

☆ حکیم محمد فضیل

☆☆☆ حکیم محمد آفتاب احمد

ہیں، چنانچہ یہ کیفیات مل کر ایک نئی کیفیت کی تخلیق کرتی ہیں جو اس شے کا مزاج کہلاتی ہے۔ پھر یہ مزاج اور عناصر [جن سے مادہ کا وجود قائم ہے] کا انداز ترکیب دونوں مل کر اس شے کو ایسی شکل دیتے ہیں جو اسے دوسرا چیزوں سے ممتاز کرتی ہے اور اسی شکل کو ہم صورتِ نوعیہ کہتے ہیں۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

بعض اطباء دوا اور غذا کے درمیان حدِ فاصل قائم کرنے میں شدید اختلافات کا شکار ہوئے ہیں، حالانکہ بغور دیکھا جائے تو معلوم ہو گا کہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس میں کسی بھی اختلاف کی گنجائش ہو۔ کیونکہ غذا کی تعریف یوں کی گئی ہے:

”وہ اشیاء جو بدن کی حرارتِ غریزی سے منفعل ہو کر بدл مانجھل فراہم کرتی ہیں، غذا کہلاتی ہیں۔“

یعنی ان کا مادہ تبدیل ہو کر اعضاء بدن کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ گویا یہ کہا جاسکتا ہے کہ غذا بالمادہ اثر کرتی ہے۔

دوا کے استعمال کے بعد جسم کے اندر ہونے والے تغیرات کو دو اکے افعال یا اثرات کہا جاتا ہے۔ کھانے پینے کی جتنی بھی اشیاء ہیں، ان کے افعال و تاثیرات یا تو مزاج سے پیدا ہوتے ہیں یا مادہ، صورتِ نوعیہ یا ان کے اشتراک سے پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ ہر شے کے لیے تین چیزیں ضروری ہیں:

۱- مادہ: جس کی وجہ سے اس شے کا وجود قائم ہے۔  
 ۲- مزاج: جو اس شے کو مختلف عناصر کے ملنے سے حاصل ہوا ہے۔  
 ۳- صورتِ نوعیہ: جو اس شے کو دوسرا اشیاء سے ممتاز کرتی ہے۔  
 یہ تینوں چیزوں ایک ہی سلسلے کی گڑیاں ہیں، جو ایک دوسرے سے اس طرح مربوط ہیں کہ اگر انہیں علیحدہ کر دیا جائے تو ان کی کوئی اہمیت باقی نہیں رہ جاتی۔ ایک کا وجود دوسرے پر اور دوسرے کا وجود تیسرے پر منحصر ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ مادہ کی تشکیل میں مختلف عناصر حصہ لیتے ہیں اور اسے وجود میں لاتے ہیں، پھر ہر عنصر کا الگ مزاج اور کیفیات ہوتی

☆ سینٹریری ریچ نیلو، ڈپارٹمنٹ آف علم الادویہ، فیکٹری آف میڈیسین، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی ۱۱۰۰۵۲

☆☆ اسٹنٹنٹ ڈائریکٹر، سٹنٹرل کنسٹل فارری ریچ ان یونانی میڈیسین، نئی دہلی ۱۱۰۰۵۸

☆☆☆ ہمیٹ، ڈپارٹمنٹ آف علم الادویہ، فیکٹری آف میڈیسین، جامعہ ہمدرد، نئی دہلی ۱۱۰۰۶۲

## اثر کو بالمادہ یا بالکیفیت کہنے کا مطلب:

کسی چیز کے اثر کو بالمادہ یا بالکیفیت کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ کلی طور پر بالمادہ یا بالکیفیت ہے، بلکہ کسی بھی شے میں غالب اثر کو دیکھتے ہوئے اسی کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ کیفیت کا اثر غالب ہے تو تاثیر بالکیفیت کہا جاتا ہے، چنانچہ ادویہ کی اکثری تاثیر بالکیفیت ہی ہے۔ اسی طرح مادہ کا اثر غالب ہے تو تاثیر بالمادہ کہا جاتا ہے۔ اندیزی کے اثر کو بالمادہ کہنے کی غرض یہی ہے کہ اس کا مادہ ہضم و جذب ہونے کے بعد اعضاء بدن کے مشابہ ہو جاتا ہے اور اپنا وجود کھو دیتا ہے۔ اس کے عکس ادویہ کے ان کی صورتِ نوعیہ ضرور فاسد ہو جاتی ہے، لیکن وہ اعضاء کے مشابہ نہیں ہوتیں اور نہ ہی ان کا وجود ختم ہوتا ہے، بلکہ وہ اثر کرنے کے بعد جسم سے خارج ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح اگر صورتِ نوعیہ کا اثر غالب ہے تو اسے اثر بالخاصہ کہا جاتا ہے، یعنی ذوالخاصہ ادویہ کے اثر میں بھی کیفیت کا اشتراک ضرور ہوتا ہے، لیکن یہ غیر طالہ اور غیر محسوس ہوتا ہے۔

## ادویہ و اندیزی کی مختلف اقسام:

متعین تاثیرات جن کا تذکرہ اوپر کی سطور میں کیا گیا ہے [یعنی مزاج، مادہ اور صورتِ نوعیہ] کے اشتراک کی کمی بیشی کی وجہ سے ادویہ اور اندیزی کی مختلف قسمیں وجود میں آتی ہے۔

## غذاء مطلق:

وہ اشیاء جن کی تاثیر صرف مادہ سے ہو، یعنی مادہ غالب ہو اور مزاج کا اثر مغلوب ہو وہ غذاء مطلق کہلاتی ہیں، جیسے دودھ، انڈا، مچھلی اور گوشت وغیرہ۔ بعض لوگوں کو غذاء مطلق کے متعلق اعتراض ہے کہ کوئی بھی شے غذاء مطلق ہو ہی نہیں سکتی، کیونکہ ہر غذاء میں کچھ نہ کچھ دوائی خصوصیت موجود ہے۔ یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے یہی وجہ ہے کہ اطباء نے علاج بالغذاء کو بھی بہت تفصیل سے بیان کیا ہے۔ اگر اندیزی میں بہت سے امراض کے ازالہ کی خاصیت نہ ہوتی تو کیوں بیان کیا جاتا۔ لیکن جیسا کہ عرض ہوا کہ دوا اور غذا کا جو بنیادی فرق ہے [غذا کا جزء بدن ہونا اور دوا کا جزء بدن نہ ہونا]، اسے نظر میں رکھیں تو معلوم ہو گا کہ وہ اشیاء جو انسان عموماً اپنی بھوک مٹانے کے لیے روزمرہ استعمال کرتا ہے اور ان کا استعمال عموماً دوائی

کچھ اطباء اعتراض کرتے ہیں کہ بعض غذا میں ایسی ہیں جو حرارت پیدا کرتی ہیں، مثلاً گیہوں اور بعض بروڈت، جیسے جو۔ اسی طرح بعض غذا میں اضاج اور تلہین پیدا کرتی ہیں، مثلاً آش جو اور بعض قبغ پیدا کرتی ہیں، جیسے سور۔ گویا ان کا فعل یا اثر بالکیفیت بھی ہو سکتا ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ غذا کی تعریف میں یہ کہیں نہیں کہا گیا ہے کہ وہ حرارت یا بروڈت نہ پیدا کرتی ہو، کیونکہ بہت سی دوائیں ایسی ہیں جن کے استعمال سے کسی قسم کی حرارت یا بروڈت کا احساس نہیں ہوتا، تو کیا انہیں غذا کہا جائے گا؟ ظاہر ہے نہیں۔

دوا اور غذا کے درمیان حداصل بس اس قدر ہے کہ غذا کا مادہ جزء بدن بن جاتا ہے، جب کہ دوا کا مادہ جزء بدن نہیں بنتا، بلکہ خارج ہو جاتا ہے۔ دوسری بات جو زیادہ اہم ہے وہ یہ کہ دنیا میں کوئی ایسی دوا یا غذائیں ہے جو حرارت یا بروڈت نہ پیدا کرتی ہو، کیونکہ اگر اس کے اندر یہ خصوصیت نہ ہوئی تو وہ حرارتِ غریزی سے منفعت کیونکر ہو سکتی ہے؟۔ یہ بات ہمیشہ ذہن میں رُتی چاہیے کہ مزاج کا اثر ہمیشہ مادہ اور صورتِ نوعیہ کے ساتھ مشترک ہوتا ہے۔ کیونکہ مادہ اسی وقت حاصل ہوتا ہے جب مختلف عناصر ملنے ہیں اور ہر عنصر کی اپنی کیفیات ہوتی ہیں، چنانچہ مادہ جہاں ہو گا اس کے ساتھ کیفیت ضرور ہوگی، پھر ان کیفیات کے فعل و انفعال سے اس مادہ کو ایک نیا مزاج حاصل ہوتا ہے، جس کی بناء پر اس مادہ کو ایک ممتاز شکل حاصل ہوتی ہے۔ بھی وجہ ہے کہ جن اشیاء کا مزاج فاسد ہو جاتا ہے ان کی شکلیں بھی باطل ہو جاتی ہیں اور اپنی صورتِ نوعیہ پر باقی نہیں رہتیں۔ یہی وجہ ہے کہ کھانے پینے کی جو بھی چیزیں ہم استعمال کرتے ہیں وہ داخل بدن ہونے کے بعد حرارتِ غریزی سے منفعت ہوتی ہیں تو ان کا مزاج فاسد ہو جاتا ہے، وہ اپنی صورتِ نوعیہ پر باقی نہیں رہتیں اور وہ چھوٹے چھوٹے اجزاء میں منقسم ہو جاتی ہیں۔

اس تفصیل سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ اثر خواہ بالمادہ ہو یا بالخاصیت، مزاج کا اثر ہمیشہ اس کے ساتھ شریک ہو گا، خواہ یہ اثر بہت معمولی اور غیر ظاہر ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن یہ ضروری نہیں ہے کہ کیفیت کے اثر کے ساتھ مادہ اور صورتِ نوعیہ بھی ہمیشہ شریک ہوں، کیونکہ تختین و تبرید یا ترطیب و تخفیف نہ تو کسی مادہ سے پیدا ہو سکتی ہے اور نہ ہی اس کی صورت سے، بلکہ یہ کیفیت کا ہی خاصہ ہے۔

باقی رہتی ہے، مثلاً گندنا، پودینہ، کاسنی، مکو، بہسن اور پیاز وغیرہ۔ ایسی اشیاء میں غذا بیانیت بہت کم ہوتی ہے۔

#### ۵- ذوالخاصة:

وہ اشیاء جو صرف صورتِ نوعیہ سے اثر کریں، یعنی صورتِ نوعیہ کا اثر غالب و محسوس ہو، ادویہِ ذوالخاصة کہلاتی ہیں، جیسے مقناطیس لوہے کو اور کھرباگھاس کو کھینچتی ہے۔ ایسی ادویہ کی تاثیریں اس دوا کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں اور غذا بیانیت اور کیفیات کے اثر سے بالکل مختلف ہوتی ہیں، مثلاً اسہال، ادرار، سمیت، تریاقیت، تصفیہ، تقویتِ اعضاء، تنقیہ، دماغ، تفریح، ازالہِ حملی، قتلی دیدان اور تقویت و تضعیف باہ وغیرہ۔ یہ ادویہ نہ توجذب و ہضم ہو کر جزء بدن بنتی ہیں اور نہ ہی ان کی کیفیات کا اثر ظاہر و محسوس ہوتا ہے، چنانچہ ایسے مخصوص اثرات کو تاثیراتِ بالخاصة کہا جاتا ہے۔

ابتداء عرض ہوا کہ کیفیت کا اثر بہیش صورت اور مادہ کے اثر کو شریک ہوتا ہے گو کہ یہ اثر بالکل غیر محسوس ہو، لیکن بعض اطباء کے مطابق ادویہ کی ساری تاثیرات کا مرتع ایک ہی، یعنی کیفیت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض مؤلفین نے یہ لکھا ہے کہ ادویہ بالکل کیفیت ہی اثر کرتی ہیں۔ ان لوگوں کے مطابق کیفیات کے درج ذیل تین درجات ہیں، جن سے مختلف قسم کی تاثیراتِ رونما ہوتی ہیں:

#### ۱- درجہ اول:

اس کی تاثیر گرمی، سردی، خشکی اور تری پیدا کرنا ہے۔

#### ۲- درجہ دوم:

اس کی تاثیر اضافت پیدا کرنا، جلدی نفوذ کرنا، کھولنا، رقیق کرنا، پگھلانا اور تخلیل کرنا وغیرہ ہے۔

#### ۳- درجہ سوم:

اس کی تاثیر پھری توڑنا، قوئی اور ارواح کو قوت دینا، فرحت پہنچانا اور سمیت کو دفع کرنا ہے۔

یہ خیال رکھنے والے اطباء دوا کے ہر اثر کو کیفیت کی طرف منسوب کرتے ہیں، چنانچہ یہ ان اثرات کو بھی کیفیت کی طرف منسوب کرتے

اغراض کے لیے نہیں کیا جاتا [خواہ ان میں دوائی افادیت ہو یا نہ ہو]، انہیں اطباء نے غذاء مطلق کہا ہے اور یہ صرف ایک اصطلاحی بات ہے، تاکہ ایسی اغذیہ کو ان دوسری اغذیہ سے ممتاز کیا جاسکے جو اکثر و بیشتر امراض کے ازالے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس زمرے میں جن اغذیہ کی مثالیں اطباء نے دی ہیں وہ بدن کو بدل ماتخلل فراہم کرنے کے ساتھ خصوصیت سے بدن کی قوتی کو قوتی کرتی ہیں، طبیعت کی حفاظت کرتی ہیں اور قوتِ مناعت کو بڑھاتی ہیں، چنانچہ ان اغذیہ کو جب کسی مرض میں استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ اس مرض میں ان کی ذاتی افادیت ہے، بلکہ وہ قوتِ مدافعت کو بڑھا کر عرضی طور پر مرض کو دور کرنے کا سبب ہوتی ہیں۔

#### ۲- دوائے مطلق:

وہ اشیاء جن کی تاثیر صرف کیفیت یا مزاج سے ہو، یعنی صورتِ نوعیہ اور مادہ کا اثر مغلوب ہو وہ دوائے مطلق کہلاتی ہیں۔ ادویہ کی اکثری تاثیر یہی ہے، ایسی اشیاء جزء بدن بالکل نہیں ہوتیں اور اثر کرنے کے بعد جسم سے خارج ہو جاتی ہیں۔

#### ۳- غذاء دوائی:

وہ اشیاء جو مادہ اور کیفیت دونوں سے اثر کریں [یعنی دونوں کا اثر ظاہر ہو]، لیکن مادہ کا اثر نسبتاً زیادہ ہو وہ غذاء دوائی کہلاتی ہیں، جیسے سرکے، آش، جو، کدو، تربوز اور خربوز وغیرہ۔ ایسی اشیاء میں غذائی اجزاء زیادہ ہوتے ہیں جو بدل ماتخلل فراہم کرتے ہیں اور دوائی اجزاء کم ہوتے ہیں۔ یہ اشیاء داخل بدن ہو کر اپنا اثر کرتی ہیں پھر بدن کے قوئی اس میں تصرف کر کے بدل ماتخلل بنادیتے ہیں اور دوائی اجزاء اپنا اثر کرنے کے بعد جسم سے خارج ہو جاتے ہیں۔

#### ۴- دوائے غذائی:

ایسی اشیاء جن کی تاثیر کیفیت اور مادہ سے ہو اور دونوں کا اثر ظاہر ہو لیکن کیفیت کا اثر نسبتاً زیادہ ہو، دوائے غذائی کہلاتی ہیں۔ یہ اشیاء بدن میں پہنچ کر اس میں تغیر پیدا کرتی ہیں پھر بدن کے قوئی اس میں تصرف کر کے تھوڑا سا خلط پیدا کر لیتے ہیں جو جزء بدن ہو جاتا ہے، مگر اس خلط کی کیفیت

تاشیرات مختلف ہیں۔ چنانچہ اگر کہا جائے کہ دوا کی تمام تاشیرات کا مرجع کیفیت ہے تو مبتدی کو یہ اشتباہ ہو سکتا ہے کہ اگر تمام تاشیرات کیفیات سے پیدا ہوتی ہیں تو پھر ایک ہی کیفیت سے مختلف اور متضاد تاشیرات کا ظہور کیوں کر ممکن ہے یا مختلف المزاج ادویہ سے ایک طرح کی تاشیرات کا ظہور کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر جغرایہ ہو بسبب اپنی گرمی کے اخلاط کو کاٹ کر پھری توڑنے کا سبب ہے تو خاکستر عقرب سر دخٹک ہونے کے باوجود کیوں کر پھری توڑنے کا سبب ہو سکتا ہے۔ یہ بات بالکل درست ہے کہ اشیاء کی تاشیرات کیفیت کا اثر تراک ہمیشہ ہوتا ہے، خواہ محسوس ہو یا غیر محسوس، لیکن اس بندی پر ادویہ کی کل تاشیرات کو بالکل کیفیت نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ بہت سی اشیاء ایسی ہیں جن کا مادہ بھی یکساں ہے اور مزاج بھی، جیسے ہیرا اور کونکل، لیکن دونوں کی صورتِ نوعیہ بالکل مختلف ہے، چنانچہ ان کی تاشیرات بھی مختلف ہیں۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ مادہ اور مزاج کے یکساں ہوتے ہوئے صورتِ نوعیہ مختلف کیسے ہے، جب کہ اسی مادہ اور مزاج کی وجہ سے کسی شے کو وہ مخصوص صورت حاصل ہوتی ہے؟ معلوم ہونا چاہیے کہ کسی شے کی صورتِ نوعیہ کا حصول جس قدر مادہ اور مزاج پر مختصر ہے اسی قدر مادہ کے اجزاء کی ترکیب پر بھی اس کا انحصار ہے۔ چنانچہ مادہ کے اجزاء کی ترکیب کے دوران جن اجزاء کی ترتیب ہوتی ہے وہ اس شے کی شکل و صورت تعین کرنے میں بہت اہم رول ادا کرتے ہیں۔ پھر اس مادہ کے مختلف اجزاء میں ارتباط کی کیا کیفیت ہے، کون سے اجزاء میں اختلاط شدید ہے اور کون سے اجزاء میں کم ہے؟ یہ ساری چیزیں اشیاء کی تاشیرات پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ادویہ کا مزاج اور مادہ یکساں ہوتے ہوئے بھی ان کے اثرات مختلف ہوتے ہیں، اسی لیے ایسی تاشیرات کو صورتِ نوعیہ کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔

**مزاج، مادہ اور صورتِ نوعیہ کے اثرات کا امتیازی وصف:**

اطباء نے اشیاء کی جملہ تاشیرات کو تین حصوں میں تقسیم کر دیا ہے اور ان تین قسموں کو تین اسباب [مزاج، مادہ اور صورتِ نوعیہ] کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ ادویہ کے اثرات کو دیکھتے ہی یہ اندازہ ہو جاتا ہے کہ اس کا سبب کیا ہے۔ چنانچہ مزاج کے اثرات کا امتیازی وصف حرارت، برودت،

ہیں، جنہیں جمہور اطباء نے بالخاصہ کہا ہے، جیسے تقطیع۔ حکیم نجم الغنی خاں لکھتے ہیں:

”درحقیقت وقت مختصر [دوا یا غذا وغیرہ کی] وہ کیفیت ہے، جو اس کو پیدا ہونے کے وقت حاصل ہوتی ہے۔ اس کے تین مرتبے ہیں۔ پہلے مرتبے میں وہ افعال محسوس ہیں، جو اس کیفیت سے ظہور میں آتے ہیں جو اس دوا کی ایجاد کے وقت عناصر اربعہ کی ترکیب کے بعد مبدأ فیاض سے اس کو حاصل ہوتی ہے، یعنی گرمی، سردی، تری اور خشکی۔ دوسرے مرتبے میں وہ افعال محسوس ہیں، جو دو اکے مزاج ثانی کی وجہ سے بدن میں پیدا ہوتے ہیں اور یہ افعال مرتبہ اول کے لوازم سے ہیں۔ چنانچہ مرکب القوی ادویہ اور تریاقات کو اس کی مثال میں پیش کیا گیا ہے۔ تیرا مرتبہ پہلے اور دوسرے مرتبے کے لوازم سے ہے اور اس میں صورتِ نوعیہ کے ذریعے افعال ظہور میں آتے ہیں اور اس کا شماران دونوں کے بعد ہے، جیسے جغرایہ ہو بکار پھری کو توڑنا، جو اس کے مزاج کی کیفیت کے لوازم سے ہے، کیونکہ گرمی اخلاط کو کاٹتی ہے اور اخلاط کا کثنا پھری کے ٹوٹنے کا سبب ہے۔“

لیکن دوسری جانب جمہور اطباء کے نزدیک کیفیات اولیٰ کے علاوہ جس قدر کیفیات ہیں، وہ سب ”خاصیت“ کہلاتی ہیں، چنانچہ کیفیات اولیٰ سے ہونے والے اثرات بالکل کیفیت اور باقی سارے اثرات بالخاصیت کہلاتیں گے اور یہی بات زیادہ موزوں معلوم ہوتی ہے، کیونکہ بہت سی مختلف المزاج ادویہ ایسی ہیں جن کے اثرات یکساں ہوتے ہیں، مثال کے طور پر:

برگ سناء گرم خشک مسہل ہے اور تمر ہندی سر دخٹک مسہل ہے۔  
شورہ گرم خشک مدر ہے اور قخم خیارین سر دخٹک مدر ہے۔

حب القلت گرم خشک مفت ہے اور خاکستر عقرب سر دخٹک مفت ہے۔  
صندل سفید سر دخٹک مفرح ہے اور آبریشم گرم خشک مفرح ہے۔  
اسطون خودوس گرم خشک مفتی دماغ ہے، جب کہ ہلیلہ جات سر دخٹک مفتی دماغ ہیں۔

مغز بادام گرم مقوی دماغ ہے، جب کہ مغز چشم کدوس مقوی دماغ ہے۔  
الغرض اس طرح کی بے شمار ادویہ ہیں، جن کے مزاج مختلف اور تاشیرات کیساں ہیں اور کتنی ہی ادویہ ایسی ہیں جن کے مزاج یکساں ہیں لیکن سہ ماہی جہان طب، نئی دہلی

جیسا کہ ہمیں علم ہے کہ ہمارا بدن ماحول کے اثرات بھی قبول کرتا ہے، چنانچہ بعض لوگوں میں مختلف اشیاء کے دیکھنے اور چھونے سے بھی ذود حسایت یا الرجی پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح بعض اشیاء کو چھو لینے یا صرف دیکھ لینے سے ہی ایک طرح کی فرحت کا احساس ہوتا ہے۔ اس لیے عود صلیب اور درونخ کا یہ اثر کوئی ایسا اثر نہیں ہے، جس کا انکار بغیر تحقیق کے کیا جاسکے۔ البتہ یہ تحقیق کا مقام ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ عود صلیب کو گلے میں لٹکانے پر بدن میں وہ کیا تبدیلیاں ہو رہی ہیں، جو مرگی کے ازالے کا سبب ہوتی ہیں۔

### کتابیات

- ۱۔ ابن سینا [۲۰۱۰ء]، القانون فی الطب، جلد دوم [اردو ترجمہ]: ص ۲۶۰-۲۳۶، اعجاز پبلشنگ ہاؤس، کوچ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی
- ۲۔ ربن طبری [۲۰۱۰ء] فردوس الحکمت [اردو ترجمہ]: ص ۳۲۷، ۳۶۱-۳۶۰، ادارہ کتاب الشفاء، کوچ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی
- ۳۔ ابن ہبل بغدادی [۲۰۰۵ء] کتاب المختارات فی الطب، جلد دوم [اردو ترجمہ]: ص ۳۶-۳۰، سی سی آر یو ایم، نئی دہلی
- ۴۔ ابن رشد [۱۹۸۷ء] کتاب الکلیات [اردو ترجمہ]: ص ۲۱۳-۲۳۰، طبع دوم، سنترل کونسل فارمیری ریچ ان یونانی میڈیکس، نئی دہلی
- ۵۔ ابن عباس مجوسی [۲۰۱۰ء] کامل الصناعه، جلد اول [اردو ترجمہ]: ص ۲۳۷-۲۲۱، ادارہ کتاب الشفاء، کوچ چیلان، دریا گنج، نئی دہلی
- ۶۔ بحث الغنی، خزانہ اللادویہ، جلد اول: ص ۱۰۳-۱۱۲، شیخ محمد بشیر ایڈ سنز، چوک اردو بازار، لاہور۔
- ۷۔ اختشام الحق قریشی [۱۹۸۵ء] مقدمہ علم اللادویہ: ص ۳۹-۲۲، ۵۳-۵۲، مطبع نظامی پریس، لکھنؤ
- ۸۔ ایوب علی، [۱۹۸۳ء] قوانین ادویہ: ص ۱۱-۱۶، پبلیکیشن ڈویژن، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

•••

روبوت اور یوست کا پایا جانا ہے یا پھر ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والے اثرات مثلاً حرارت سے تنطیف، ترقیق، تفتح اور تنفسیہ وغیرہ، برودت سے تنظیف، تسدید، قبض اور تنکیف وغیرہ۔ اسی طرح روبوت سے تلیین وارخاء اور یوست سے تخشین، تصلیب اور امساک وغیرہ۔ ان اثرات کو بالکلیفیت کہا جائے گا۔

مادہ کے اثرات کا امتیازی وصف تغذیہ ہے، چنانچہ غذا بیت کی صورت میں حاصل ہونے والے کل اثرات کو تاثیر بالمادہ کہا جائے گا۔ صورتِ نوعیہ سے پیدا ہونے والے اثرات کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ مزان، اور مادہ کے اثرات سے بالکل مختلف ہوتے ہیں، مثلاً اسہال، ادرار، سمیت، تریاقیت، تصفیہ، تقویت اعضاء، تنقیہ دماغ، تفریح، اصلاح غفوٰت، ازالہ حمی، قتل دیدان، تقویت و تضعیف باہ، تحریر، تعریق اور تفتیت وغیرہ۔ غور کریں تو معلوم ہو گا کہ یہ اثرات غذا بیت سے بھی خالی ہیں اور کیفیات سے بھی، چنانچہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ جس اثر کا بالمادہ یا بالکلیفیت ہونا ظاہر نہ ہو وہ اثر بالخاصہ کہلاتے گا۔ اسی طرح بعض ادویہ خصوصیت سے کسی مرض یا کسی خاص عضو کے لیے مفید ہوتی ہیں، مثلاً ادویہ قلبیہ کے اثرات قلب کے لیے اور ادویہ بواسیریہ کے اثرات بواسیر کے لیے، چنانچہ یہ اثرات بھی بالخاصہ ہوتے ہیں۔

### ادویہ ذوالخاصہ کی نوعیت عمل:

ذوالخاصہ ادویہ کے بارے میں عام رجحان یہ پایا جاتا ہے کہ ان کی نوعیت عمل معلوم نہیں ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ کیونکہ اطباء نے لکھا ہے کہ تریاقی ادویہ کی نوعیت عمل یہ ہے کہ وہ قلب کو تقویت پہنچاتی ہیں، اس لیے قلب زہروں سے متاثر نہیں ہوتا۔ اسی طرح تمام مفرح ادویہ تریاقی ہوتی ہیں۔ سُم مطلق کی نوعیت عمل یہ ہے کہ اس کی طبیعت بدن کی طبیعت سے زیادہ قوی ہے اور یہ اپنے تمام اجزاء اصلی میں بدن کی طبیعت کے ضد اور مخالف ہے۔ لیکن بعض ادویہ ذوالخاصہ کی نوعیت عمل ہنوز معلوم نہیں ہے۔ مثال کے طور پر عود صلیب، جو مرگی کے ازالے کے لیے مفید ہے اور صرف اس کو گلے میں لٹکانے سے شفا ہوتی ہے، یعنی پیر و بُن بدن صرف مس ہونے پر بھی اپنا اثر ظاہر کرتی ہے۔ اسی طرح درونخ حوالہ کے گلے میں لٹکانے پر حمل کا تحفظ کرتی ہے۔

# کا ہو کی طبی اور غذائی افادیت — طب یونانی اور جدید سائنس کی روشنی میں

☆ حکیم محمد نفس خاں

☆ حکیم شمس العارفین

☆☆ حکیم سید محمد حسان

☆☆ طبیب رفت مصطفیٰ محمودہ

الحاوی الکبیر فی الطب، اور مفرداتِ ادویہ پر ابن بیطار کی منتدر ترین دستاویزِ الجامع لمفردات الادویہ والا غذیہ میں بھی اس کا ذکر ملتا ہے۔ بعد کے اطباء میں سید اسماعیل جرجانی کی ذخیرہ خوارزم شاہی، اور داؤ دانطا کی کے تذکرہ سے بھی نئی سستوں کا پتہ چلتا ہے۔ فارسی زبان میں اکبر از انی کی مایہ ناز تصانیف طب اکبر اور مفرح القلوب، میں مذکورہ اقتباس پڑھنے کے لائق ہیں۔

حکیم یوسفی کی ریاض الادویہ، حکیم محمد ہاشم علوی کی کتاب النباتات، میں اچھی بحث کی گئی ہے۔ اردو سرما یہ میں حکیم بجم الغنی خاں کی خزانہ الادویہ، حکیم مظفر حسین اعوان کی مفردات، اور آخر میں حکیم محمد کبیر الدین کی کتاب الادویہ، جیسی تالیفات سے مطالعہ کی نئی راہیں معین ہوتی ہیں۔

## ماہیت و شناخت:

اس کا پودا تقریباً ایک میٹرا و نچا ہوتا ہے۔ پتنے بڑے اور زبان کی شکل کے ہوتے ہیں، ذاتہ پھیکا، شیریں اور رنگت بزر و سفید ہوتی ہے۔ اس کے پودے کی شاخوں یا تنے پر شگاف دینے سے ایک قسم کا دودھیارس نکلتا

کا ہو کو عربی میں خس، فارسی میں کا ہوا اور انگریزی میں Lettuce کہتے ہیں۔ اس کا نباتی نام Lactuca sativa ہے، ہندوستان کے علاوہ عرب، ایران، روم میں پیدا ہوتا ہے۔ دوا کے طور پر پنج اور پتے استعمال ہوتے ہیں۔

## تاریخی حیثیت:

قیاس کہتا ہے کہ کا ہو، بہت پہلے سے ہی علاج معالجہ کے کاموں میں استعمال ہوتا تھا۔ کچھ حوالوں سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اہل یونان اس کے استعمال کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ اس کا تفصیلی تذکرہ دیسکوریدوس کی کتاب الحشاش، میں ملتا ہے۔ دیسکوریدوس نے اس کی ماہیت اور خواص پر تفصیل سے بحث کی ہے، جالیوں کی کتاب الادویہ المفردة، میں اس دوا کی تفصیلات شامل کی گئی ہیں۔

جالیوں کے بعد تقریباً تمام اطباء کے یہاں کا ہو کے بارے میں معلومات ملتی ہے۔ مشہور مصنف ذکر یارازی کی اہم ترین تالیف کتاب

☆ اسنٹ ڈائرکٹر، سنشرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیس، لکھنؤ  
☆☆ ڈپٹی ڈائرکٹر، سنشرل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیس، لکھنؤ

نہیں آتے، البتہ اس میں قوتِ قبض ہوتی ہے۔  
مضر:

کا ہو کے پتے مضمض بہ ہیں اور آنکھ کی روشنی کو کم کرتے ہیں۔ سل  
کے مریض کے لیے مضر ہیں، ریاح پیدا کرتے ہیں۔  
بدل:

کا ہو کے پتے کا بدل کا سنی اور تج کا بدل خشخش ہے۔

جدید تحقیق:

۱- فارکولوجیکل اسٹڈی:

Methyl cholanthrene کا انٹر اپیر یو نیل انجکشن چوہوں کو دینے پر ان کے احتشاء شکم میں چربی جمع ہونے لگتی ہے، جس کو Lettuce extract کا سب کیوں نیس انجکشن دے کر کچھ حد تک ختم کیا جاسکتا ہے۔ کا ہو کا Aqueous extract کی تھوڑی Lettuce extract کی تھوڑی سی نیس ہے۔ aminobutyric acid -r کو مقدار دل کی حرکت کو بڑھاتا ہے۔ Infusion سے حاصل کیا گیا، جو خون کے دباؤ کو گھٹاتا ہے۔ کا ہو کے پورے پودے کا Extract چوہے میں پہلے مرکزی نظامِ اعصاب کو تحریک کرتا ہے اور بعد میں مضحل کرتا ہے۔

ب- کیمیاوی تجزیہ:

تازہ کا ہو میں مندرجہ ذیل کیمیاوی اجزاء پائے جاتے ہیں:

۱- حیاتین:

وٹامن اے، وٹامن بی ون، وٹامن بی ٹو، وٹامن سی، وٹامن ایکس، وٹامن یو، ٹونک ایسڈ، فولک ایسڈ۔

۲- معدنی اجزاء:

سوڈیم، پوٹیشیم، میگنیشیم، کلیشیم، زنک، کاپر، آئرلن، فاسفورس، ٹن، لیڈڈ کیڈیمیم، کوبالت، کرومیم، مرکزی، مینگنیز۔

۳- آرگینک ایسڈ:

آکریلک ایسڈ، میک ایسڈ، سائٹرک ایسڈ۔

4- Aromatic poly cyclic hydrocarbons

ہے، جس کو نیون کا ہو کہتے ہیں۔ اس کے نیچے ایک سینٹی میٹر لبے، دولی میٹر موٹے چاول کی طرح خاکستری رنگ کے ہوتے ہیں، جس کا ذائقہ پھیکا ہوتا ہے۔

مزاج:

پتے دوسرا درجہ کے اول میں سرد تر ہیں۔

افعال و خواص:

سردی پیدا کرتا ہے، ملین شکم، خواب آور اور مدر بول، مسکن درد، مدھیض، مسکن صفراء ہے۔ خلطِ صالح پیدا کرتا ہے، اخلاط کو قیق کرتا ہے۔ خون کو صاف کرتا ہے۔ گرم ورموں کو تخلیل کرتا ہے۔ منہ آنے اور زبان پر درم ہو جانے پر ان کا غرارہ کرنا مفید ہے۔

کا ہو کے نیچے صفراء اور خون کی تیزی کو تسلیم دیتے ہیں۔ پیاس بچھاتے اور دماغ پر بخارات کو چڑھنے نہیں دیتے۔ معدہ کی سوزش میں مفید ہیں۔ درم کے مواد میں نفع پیدا کرتے ہیں۔ خشکی لاتے ہیں، عضو کو سکن کرتے ہیں۔ ان کے استعمال سے کثرتِ احتمام میں فائدہ ہوتا ہے۔ شہوت باہ کو گھٹاتے ہیں، نزلہ و زکام میں فائدہ مند ہیں۔ ان کو پیس کر پیشانی پر لیپ کرنا نیند لانے اور درد سر کو موقوف کرنے اور مواد کو آنکھ کی طرف گرنے سے روکنے میں کار آمد ہے۔ پچھو کے کائیں پر بھی ان کا لیپ فائدہ مند ہے۔

کا ہو کا تیل گرم ورموں کو نرم کرتا ہے۔ دماغ میں تراوت لاتا ہے اور نیند لاتا ہے۔ مانج لیا اور مرگی میں مفید ہے۔ شراب کی سُستی کو مٹاتا ہے۔ اکثر گرم اعصابی امراض میں مفید ہے۔ گرمی کے درد سر اور سر کی خشکی میں مفید ہے۔

غذائی حیثیت:

کا ہو غذائی اعتبار سے ترکاریوں میں عمدہ ہے، کیونکہ یہ اعتدال کے ساتھ خونِ صالح پیدا کرتا ہے، لیکن ایسا بھی نہیں ہے کہ اسے بہت ہی عمدہ کہا جائے۔ بقول ضیاء الدین عبد اللہ ابن بیطار ترکاریوں میں اس کے علاوه اور کوئی دوسری چیز نہیں ملتی، جس سے سہر کا علان کیا جائے۔ یہ حابسِ شکم نہیں ہوتا اور قوتِ جلاء نہ ہونے کی وجہ سے اس سے دست بھی

9. Indian materials medics [1981], by R.N.Khory,p.72.

10. Jenes, C.m. et al, J.Sci. Food Agr 22[11], 602-5[1971].

۱۱- خزاریکا ادویہ: ج ۳، ص ۲۷۲

۱۲- کتب الملا: ص ۲۵۱

13. Larsson, B.K. J.Sci. Food Agric. 36[6],

463-70[1985]

۱۴- مخزن المفردات: ص ۱۸۱

15. Medicinal plants of India, Vol. II p.25

16. Mehmood, Z.F. and Kassem, F.F.; Phytochemistry. 25[3], 747-8[1986].

17. Murphy, R.T. et al; J. Agr. Food Chem. 13[3], 242-4[1965].

18. Siefermann-Harms et al, Phytochemistry,

20[1], 85-8[1981].

۱۹- علی، حکیم سید صفائی الدین، یونانی ادویہ مفردہ [۱۹۸۲ء]: ص ۲۶۱

20. Wealth of India, Vol, VI [1962], p.12

21. Wong, M.K. and Koh,L.L. ; Environ. Exp. Bot.

22[4], 455-60[1982.]

●●●

Phenanthreax, chrysene , Anthracene:

- 5- Sesquiterpene lactenes Lactucopicrin, lactucin:

- 6- Sesquiterpene glycosides Lactosicle-c,

Lactasicle -A:

- 7- Biogenic amines:

اس کے علاوہ کا ہو میں Chlorogenic acid

Quercetin Caffeic acid,

اور بھی پائے جاتے ہیں۔

Pentachlorobenzene کا ہو کے دودھیارس [Milky latex] میں دو تباخ اجزاء

Lactucopicrin اور Lactucin کو Principle پائے جاتے ہیں، جن کو کہا جاتا ہے۔

کا ہو کی راکھ میں کلیشیم، سوڈیم، پوٹشیم، میگنیز، آئزن، ایبومنیم، میگنیشیم، کاپر، ٹین، فاسفورس، کلورین، سلفیٹ اور آئیڈین پائے جاتے ہیں۔  
روغن کا ہو میں

Palmitic acid, Fatty acid, Oleic acid، Stearic acid کے علاوہ کوسترال بھی پایا گیا۔

### حوالہ جات

۱- ابن بیطار، الجامع لمفردات الادوية والاغذية: ج ۲، ص ۲۲

2. Anon. Fed. Regist. 37[128], 1309, 1-2, 1July[1972]

3. Chemical Abstract 1926-1994.

4. Dhinga, D.R. and Pershad, K. J. Indian Chem. Soc. 22, 119-22 [1945].

5. Elvetijem, C.A.etal, J. Biol. Chem. 72, 299-320[1927]

6. E.M. Hazel and Kennedy H.M., J.Agr. Res. 51, 1041-6[1935]

7. Fager, E.E.C. et al, Chem. Pharm. Bull. 35, [9], 3905-8[1987]

8. Ishtihara, N. et al; Chem. Pharm. Bull. 35, [9], 3905-8[1987]

## مدرسہ طبیہ زنانہ

### حکیم فخر عالم

داعیوں سے جوڑ نے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اس کے قیام سے طبی تعلیم ایک نئی جہت سے روشناس ہوئی اور ایک نئی ضرورت کا احساس بیدار ہوا۔

۱۳ جنوری ۱۹۰۹ء کو لوئی ڈین بہادر لفٹنٹ گورنر، پنجاب کی بیگم کے ہاتھوں اس مدرسہ کا افتتاح ہوا اور کیم میں ۱۹۰۹ء کو باقاعدہ تعلیمی سلسلہ شروع ہوا۔ لیڈی سر لوئی ڈین حکیم اجمل خاں کے اس منصوبہ کو دیکھ کر بے حد متأثر ہوئیں اور انہوں نے حکیم صاحب کے نسوانی جذبہ کو بیحد سراہا۔<sup>[۲]</sup>

کانچ کا ایک سال مکمل ہونے پر ۱۶ اپریل ۱۹۱۰ء کو چوڑی والاں میں واقع مدرسہ زنانہ و شفاخانہ کے کمپس میں ایک عظیم الشان جلسہ کا اہتمام کیا گیا۔ اس جلسہ میں مردوں اور عورتوں کے لیے تقریبؤں کا علاحدہ انتظام تھا۔ نواب احمد علی خاں بہادر فرمانرواریاست مالیر کوٹلہ نے مردانہ تقریب کی صدارت فرمائی، زنانہ جلسہ کی صدارت کے لیے مہارانی نر سنگھ گڑھ کا نام طے تھا، مگر طبیعت ناساز ہونے کی وجہ سے وہ تشریف نہیں لاسکیں۔ ان کی جگہ لالہ لال سنگھ کی بیگم نے تقریب کی صدارت فرمائی۔<sup>[۳]</sup>

یہ کانچ اپنی وضع کا پہلا ادارہ اور تعلیمی میدان میں ایک نیا تجربہ تھا۔ حکیم اجمل خاں نے یہ تجربہ ایسے دور میں کیا تھا، جب ہندوستان جیسے

مدرسہ طبیہ اور اس کے دوسرے ذیلی اداروں میں مدرسہ طبیہ زنانہ کا ایک بڑا امتیاز یہ تھا کہ دوسرے اداروں کا قائم فنی ضرورتوں کے لیے ہوا تھا، لیکن اس کے قیام کے محکم سماجی داعیتی تھے۔ حکیم اجمل خاں نے یہ محسوس کرتے ہوئے کہ دوسرے سماجی حقوق کی طرح عورتیں اپنی صحت کے جائز حقوق سے بھی محروم ہیں اور تہذیب اور شرافت جیسے ناموں پر عورتوں کا یہ بنیادی حق بھی سلب کر کر لیا گیا ہے۔ عورتوں کی صحت سے لاپرواہی کے نتیجہ میں زوجی کے دوران بڑی تعداد میں عورتیں قلمہ اجل بن جاتی ہیں۔ زچہ پچہ کے تمام معاملات ناخواندہ دائیوں کے سپرد ہیں۔ اس افسوس ناک صورتحال کو دیکھتے ہوئے حکیم اجمل خاں نے ایک زنانہ مدرسہ کے قیام کی تحریک شروع کی، ان کی کوششوں سے تھوڑے ہی عرصہ میں چالیس ہزار کی خلیفہ قم جمع ہو گئی۔ مالی فراہمی کے بعد مسیح الملک نے محلہ چوڑی والاں میں ایک وسیع مکان کرایہ پر لے کر زنانہ طبی مدرسہ اور زنانہ طبی شفاخانہ کی شروعات کی۔<sup>[۴]</sup>

مدرسہ طبیہ دہلی کے قیام کے بعد طب کے دوسرے پہلوں کی اصلاح و تجدید اور کئی اہم تقاضوں کی تکمیل کے لیے مزید اداروں کے قیام کی ضرورت محسوس کی گئی۔ مدرسہ طبیہ کے دائرہ کو وسیع کر کے اس سے ملحق اڑکیوں کی تعلیم کے لیے مدرسہ طبیہ زنانہ کا قیام عمل میں آیا اور یونانی طریقہ علاج کو ہر سطح پر معاصر تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کے علاوہ اسے سماجی

☆ ریسرچ آفیسر [یونانی طب]، ریجنل ریسرچ انسٹی ٹیوٹ آف یونانی میڈیسین، علی گڑھ مسلم پونورشی، علی گڑھ

کاسٹریفکٹ مل سکتا تھا۔<sup>[۵]</sup>

زنانہ طبی کالج میں مذہبی تفریق کے بغیر وہ تمام اڑکیاں داخلہ کی اہل تھیں، جو اردو، ہندی پڑھنے لکھنے کی صلاحیت رکھتی ہوں، شریف الطبع ہوں، جسمانی طور پر صحبت مند ہوں اور متعدد امراض میں بنتا نہ ہوں۔<sup>[۶]</sup>

جو اڑکیاں اردو اور ناگری نوشت و خواندنہیں جانتیں، ان کی تعلیم کے لیے مبادی جماعتیں قائم تھیں اور ان میں اردو و ناگری کی تعلیم کے لیے دو استانیاں مامور تھیں۔<sup>[۷]</sup>

اس کالج کے یونانی شعبہ میں تعلیم کی زبان اردو تھی، مگر اس زبان میں درسی ضرورت کی سلیس اور عام فہم کتابیں دستیاب نہیں تھیں، حکیم اجمل خال کی ہدایت پران کے شاگرد حکیم عبد الرزاق نے اڑکیوں کا نصاب تیار کیا۔ وہ اس کالج میں استاذ بھی تھے۔ مدرسہ میں پرده کے نظام کی وجہ سے پرده کی اوٹ سے اڑکیوں کو تعلیم دیتے تھے۔<sup>[۸]</sup>

زنانہ طبیہ کالج ایک اقامتی ادارہ تھا، جہاں اڑکیوں کی اخلاقی تربیت اور ان کی نگرانی کے لیے لیڈی منصرہ کا انتظام تھا، کالج کے ذمہ داروں نے طالبات کے مذہبی احساسات کی رعایت کرتے ہوئے ہندو اور مسلم

اڑکیوں کے قیام و طعام کا علاحدہ بندوبست کیا تھا۔<sup>[۹]</sup>

۱۹۲۸ء کے پر اسپیکلیش میں شائع تعلیمی اور انتظامی اسٹاف کی تفصیلات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت حکیم اجمل خال انتظامی بورڈ کے سکریٹری اور خواجہ غلام سعید طینون جوانٹ سکریٹری تھے۔ ڈاکٹر سیدنا صریح عباس پرنسپل، حکیم مولوی محمد حفیظ الرحمن و اس پرنسپل، پنڈت گنگا سہائے پروفیسر ویدک تھے، ڈاکٹر شریف النساء خانم لیڈی ڈاکٹر کافریضہ انجام دینے کے ساتھ ایلوپیٹھی مضامین کی تدریس پر مامور تھیں۔ مرسٹ جہاں بیگم یونانی کی معلم تھیں۔ سلطان جہاں بیگم بورڈ مگ باؤس کی منصرہ تھیں۔ ملکہ بیگم کپا و نڈر اور مشی اصغر علی دفتر کے محرر تھے۔<sup>[۱۰]</sup>

۱۹۲۸ء کا پر اسپیکلیش اس زمانے کا ہے جب حکیم اجمل خال کے بعد ان کے صاحبزادہ حکیم محمد جمیل خال مجلس منظمه کے سکریٹری منتخب ہوئے تھے۔ یہ پر اسپیکلیش حکیم اجمل خال کی حیات ۱۹۱۸ء کا مرتبہ ہے۔<sup>[۱۱]</sup> اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسح الملک کی وفات کے بعد نئے ذمہ داروں نے مسح الملک

روایت پسند ملک میں عورتوں کے لیے اس قسم کی پیشہ و رانہ تعلیم تو کجا عام تعلیم کا تصور بھی بہت کم تھا۔ یہ واقعہ حکیم اجمل خال کی جدت پسند طبیعت اور انقلابی سوچ کا نمازہ ہے۔

حکیم اجمل خال نے مدرسہ طبیہ کی بنیاد ڈال کر ہندوستانی مسلمانوں کو عورتوں کے باب میں عام تعلیم سے آگے، انہیں اس صنف کی عصری تعلیم کی ضرورت کے تین سوچنے پر مجبور کر دیا۔ جس وقت حکیم اجمل خال نے زنانہ طبیہ مدرسہ کی تحریک شروع کی تھی، وہ انہیں جیسا شخص کر سکتا تھا۔ انہوں نے اپنے احباب کو اس کاڑ کے لیے آمادہ کر کے دراصل اپنی ذہن ساز صلاحیتوں کا ثبوت دیا تھا۔

ابتداء میں یہ مدرسہ مدرسہ دائیان کے نام سے منسوب تھا اور پچھلے دنوں تک یہ اسی نام سے مشہور رہا، لیکن اس لفظ سے اس کی عظمت کا مفہوم متاثر ہو رہا تھا۔ دائی کے لفظ سے لوگوں کا ذہن اس پیشہ کی طرف منتقل ہو جاتا، جو دائیوں سے منسوب تھا، جسے سماج میں مبتدل سمجھا جا رہا تھا۔ یہ غلط فہمی مدرسہ سے استفادہ کی راہ میں رکاوٹ بن رہی تھی، لہذا اس کے ذمہ داروں نے اس کا نام بدل کر مدرسہ طبیہ زنانہ تجویز کیا۔<sup>[۱۲]</sup>

اس کالج میں اڑکیوں کو یونانی، آیوروید اور ایلوپیٹھی کی نظری اور عملی تعلیم دی جاتی اور زنانہ ہا سپلی میں بیمار خواتین کا ان تینوں طریقوں سے علاج کیا جاتا، تاکہ طالبات کی عملی تربیت ہو سکے اور خواتین کو علاجی سہولت مل سکے۔

یہاں پڑھنے والی طالبات کی دو جماعتیں تھیں، جماعت 'الف' کا نصاب چار سال پر مشتمل تھا۔ اس مدت میں طالبات کو یونانی اور آیوروید کی تعلیم کے ساتھ ساتھ جدید طب کے ضروری مباحث اور شفاخانہ کی عملی مشق کرائی جاتی تھی۔ اس نصاب کی تکمیل کے بعد یونانی طالبات کو طبیہ قابلہ اور ویدک طالبات کو وید و حانتری کی سند دی جاتی۔ جماعت 'ب' کا نصاب دو سال پر مشتمل تھا۔ اس جماعت کی طالبات زبانی اور عملی طور پر دائی گیری سکھائی جاتی اور دو سالہ تربیت کے بعد ان طالبات کو قابلہ یعنی دائی کا سرٹیفیکٹ دیا جاتا۔ اس جماعت کے لیے ایک رعایت تھی کہ اگر کسی طالبہ کے بارے میں لیڈی ڈاکٹر کو اطمینان ہو جائے کہ اس نے دو سال سے پہلے ہی دائی کا کام سیکھ لیا ہے تو اسے مقررہ مدت سے پہلے ہی قابلہ سہ ماہی جہاں طب، نئی دہلی

## کتابیات

- ۱- حیات اجمل: حکیم رشید احمد خاں، عالمی اردو مرکز، دہلی اشاعت دوم ۲۰۰۲ء
- ۲- تذکرہ مسح الملک: حکیم محمد حسن قرشی، ناشر ناظم مشیر الاطباء و چشمہ زندگی، جویلی کابلی مل، لاہور ۱۹۲۸ء
- ۳- مدرسہ طبیہ زنانہ و شفافخانہ زنانہ دہلی کے پہلے سالانہ جلسہ کی رپورٹ، مطبع مجتبائی، دہلی
- ۴- پرائیس شعبۂ زنانہ، مرتبہ اگست ۱۹۱۸ء، قیصر ہند پرنس، دہلی، جون ۱۹۲۸ء

•••

کے قائم کردہ خطوط پر ہی تعلیمی نظام کو جاری رکھا۔

زنانہ طبیہ کالج میں منعقد ۲۲ فروری ۱۹۳۵ء کی کانوکیشن تقریب میں مسز محمود و اس پرنسپل زنانہ طبیہ کالج نے جور پورٹ پیش کی تھی اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیگم میاں محمد رفع سکریٹری لیجسلیشیو اسمبلی کے ہاتھوں کامیاب طالبات کو اسناد عطا کی گئیں، بیگم صاحبہ اس تقریب کی صدر تھیں۔ [۱۲]

حکیم اجمل خاں، ان سے پہلے ان کے برادران اور ان کے بعد ان کے صاحبزادہ حکیم جیل خاں کے زمانہ انصرام میں یہ روایت رہی کہ اس خاندان کے قائم کردہ اداروں کی تقریبات ملک کی نامور سماجی اور سیاسی شخصیتوں کو مدعو کیا جاتا تا، غالباً اس کا مقصد طبقی کاز سے حلقة خواص کو جوڑنا تھا۔ اور یہ اس عہد کی بڑی اہم ضرورت تھی۔

## حوالے

- ۱- حیات اجمل: ص ۱-۷۲
- ۲- تذکرہ مسح الملک: ص ۲۵
- ۳- مدرسہ طبیہ زنانہ و شفافخانہ زنانہ دہلی کے پہلے سالانہ جلسہ کی رپورٹ، جو ۱۱ اپریل ۱۹۱۰ء کو پیش کی گئی تھی: ص ۷-۱۲
- ۴- ایضاً: ص ۱-۲
- ۵- پرائیس شعبۂ زنانہ، [مرتبہ اگست ۱۹۱۸ء]
- ۶- ایضاً:
- ۷- ملاحظہ ہو: حوالہ ۳ کا ص ۱۲
- ۸- ایضاً: ص ۱۰-۱۱
- ۹- ایضاً: ص ۱۱-۱۲
- ۱۰- ملاحظہ ہو: حوالہ نمبر ۵
- ۱۱- ایضاً:
- ۱۲- رپورٹ زنانہ طبیہ کالج جسے کالج کانوکیشن کے موقع پر ۲۲ فروری ۱۹۳۵ء کو مسز محمود و اس پرنسپل نے پیش کیا تھا

# یونانی دواسازی — تاریخ کے آئینہ میں

☆ حکیم شمشاد عالم

☆☆ پروفیسر حکیم نعیم احمد خاں

گیا۔ انسان جس طرح کسی مرض سے نجات پانے کے لیے دوا کا محتاج ہوا بالکل اسی طرح ایک دوا کے بجائے چند ادویہ کو ملا کر مرکب [Compound] شکل میں استعمال کرنے کی اس نے ضرورت محسوس کی۔ اس کا سبب خواہ بیک وقت کئی امراض کی موجودگی، مرض کی مناسبت سے دوا کا ضعیف ہونا یا اسی طرح کے دوسرے اسباب اور وجہ ہوں، لیکن یہ حقیقت ہے کہ ادویہ کی ترکیب کا مسئلہ نہ طب کے اولین مسائل میں رہا ہے اور دوا کی ترکیب اور استعمال کا تعلق قدیم ترین طبی اعمال میں ہے۔

خیساندہ، جوشاندہ یا ادویہ مسفوفہ کی ترکیب کا سلسلہ اسطو اور جالینوس سے پہلے سے جاری ہے۔ لیکن ارسطو اور جالینوس کے زمانے میں ذی شعور رکھتی ہیں اور ان میں جلد ہی فساد پیدا ہو جاتا ہے اور ہر دوا ہر مقام پر آسانی کے ساتھ دستیاب نہیں ہوتی، چنانچہ مشاہدات، تجربات اور تحقیقات کی روشنی میں معاجین، خیرہ جات، شربت، جوارشات اور اطریفلات کی موجودہ شکلیں وجود میں آئیں اور حبوب و اقراص بھی مرکب شکل میں سامنے آئے۔ ارتقاء اور ضرورتوں کی کثرت نے طب یونانی میں بھی طرح طرح کے ایجادات و اختراعات کے موقع پیدا کیے۔

دواسازی ایک ایسا علم فن ہے، جس میں مختلف ادویہ کو طبی اغراض سے ترکیب و تحلیل و تجزیہ کے ذریعہ قابل استعمال بنایا جاتا ہے۔ دیسی جڑی بوٹیاں یونانی طب میں کثیر تعداد میں مستعمل ہیں، جو دیر پانہیں ہوتیں اور اکثر جڑی بوٹیاں ۲ ماہ سال کے اندر ہی اپنی افادیت کے اعتبار سے کمزور ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ ان کا رکھ رکھا اور تحفظ ایک اہم مسئلہ ہے، اس لیے ضرورت ہے کہ ان پر تدبیر، ترکیب و تحلیل و تجزیہ کا عمل کر کے ان کو زود اثر، قوی التاثیر، قلیل المقدار، خوش منظر اور خوبصورت بنایا جائے۔

دواسازی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنی کہ علم الادویہ کی ہے۔ اس کی ابتداء مسلم جڑی بوٹیوں کو جبانے اور اس کے سفوف کی شکل میں ہوئی۔ علم العلاج کے میدان میں ادویہ پر تدبیر و تراکیب کا سلسلہ قرون اولی سے ہی راجح ہے۔ امراض کی مختلف نوعیتوں کے لحاظ سے دوا کو مختلف شکلوں میں تیار کیا گیا۔ مریض کی حالت دوا کی جس شکل میں متضاضی ہوئی، معالجین نے اس کے مطابق اس کا استعمال ضروری خیال کیا اور اس ضرورت نے دوا کی مختلف شکلوں کے اختراع کی طرف رہنمائی کی۔ چنانچہ سفوف، جوشاندہ اور خیساندہ وغیرہ دوا کی مختلف شکلیں سامنے آئیں اور پھر جیسے جیسے فنِ دواسازی نے ترقی کی، دوا کی ان شکلوں میں تنوع پیدا ہوتا

☆ گیست فیکلٹی، شعبہ علم الادویہ، اجمل خال طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆☆ صدر شعبہ علم الادویہ، اجمل خال طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

ترکیب ادویہ کے سلسلہ میں عرب اطباء نے جہاں تحقیق کے ساتھ معتبر مجموعے اور بیش قیمت قرابادین مرتب کی ہیں، وہاں انہوں نے دوا سازی کو باقاعدہ ایک فن قرار دینے میں اعلیٰ صلاحیتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ سب سے پہلے عربوں نے دواوں کو ترکیب و ترتیب دینے کا اصول وضع کیا۔ انہوں نے علم طب [Medical Science] میں اپنی تحقیق سے علم کیمیا کو دوا سازی سے جوڑ کرنے را ہیں کھولیں، اس طرح علم الکیمیا کی ابتدائی ترقی کا فخر صرف عربوں کو ہی ہے۔ انہوں نے کیمیکل فارمیسٹی [Pharmaceutical Chemistry] کی بنیاد ڈالی اور فن دوا سازی کو ترقی سے ہمکنار کیا۔ ان کے درج ذیل اضافات قبل ذکر ہیں:

۱- ادویہ کی قوت کی دریافت کا طریقہ

۲- تاثیر ادویہ

۳- عمل تقطیر [Sublimation]، عمل تصعید [Distillation]، عمل تبلور [Crystallization] اور عمل ترش [Parcolation] جیسے اعمال کی دوا سازی کے لیے دریافت۔

۴- عمل جراحی میں استعمال ہونے والے مرادہم اور پلاسٹر کی دریافت۔

۵- اطباء عرب نے سب سے پہلے تینچر [Tincture] دریافت کیا۔

۶- خوشبودار عرقیات کا استعمال، مثلاً عرق گلاب [Rose Water]

۷- تخدیر بذریعہ شوم [Anaesthesia by inhalation]

۸- الکوھول کا استعمال۔

۹- عرق [Suspension] اور محلول [Distilled Water] سے طبی دنیا کو روشناس کرایا۔

دوا سازی کے لیے عربوں نے دارالصیدلہ کے ساتھ مخزن ادویہ اور ان کے تحفظ کے متعدد طریقے اختیار کیے اور تراکیب ادویہ کے سلسلے میں متعدد کتابیں تحریر کیں، جن میں دوا سازی کی درج ذیل کتابیں امتیازی حیثیت کی حامل ہیں، جن سے فری دوا سازی کو ترقی کی منزلیں طے کرنے میں آسانی پیدا ہوئی۔

۱- الحاوی الکبیر [۲۲ دیں جلد - صیدلہ] ابو بکر محمد بن زکریار ازی

۲- الصیدلہ ابو بکر محمد بن زکریار ازی

۳- اسرار الادوية المركبة نین بن اسحاق

علم الصیدلہ [فارمیسی] کی ابتداء مصر سے ہوتی ہے۔ ایڈون اسمتح پیپرس اور اپریس پیپرس جن کا تعلق ۲۵۰۰ قبل مسح سے ہے، خصوصی طور پر علم الادویہ سے متعلق ہیں۔ ان سے جو معلومات فراہم ہوتی ہیں وہ درج ذیل ہیں، جواطیباء یونان کے لیے بنیادی حیثیت رکھتی ہیں:

۱- امراض کے لحاظ سے دوا کی ترکیب۔

۲- مرکب دوا [Compound Drug] کی ترکیب تیاری۔

۳- دوا کے استعمال کا طریقہ۔

۴- لاشوں کے تحفظ کے لیے کیمیا دی عمل۔

۵- عطر سازی، رنگ ریزی اور دیگر کیمیا دی اعمال۔

۶- سفوف [Suppositories]، شیاف [Powder]، مرہم [Ointment] کی اختراع۔

يونانی عہد جس کی ابتداء ۵۰۰ سال قبل مسح سے ہوتی ہے۔ اس عہد کا

پہلا طبیب بقراط [۶۰ قم] ہے اور یہی مرادہم و معاجین کا موجود ہے۔

پہلی صدی عیسوی میں دیسکوریدوس نے مفرد ادویہ پر ایک میٹریا میڈیا کیا

[کتاب الحفائن] سپر قلم کیا، جس میں تقریباً ۱۰۰ دواوں کا تذکرہ ملتا ہے۔

اطباء یونان نے اشکال ادویہ کے سلسلے میں مختلف تحریبات کیے اور درج ذیل

مرکبات کی اختراع کا سہرا انہیں کے سر ہے، جو آج بھی رائج ہیں۔

۱- شربت [syrup]

۲- حب [Pius]

۳- قرص [Tablet]

۴- گل یا سرم [Eye Dusting Powder]

۵- لعوق [Linctus]

۶- ادویہ مشمویہ [Inhalation]

۷- بنا تات سے نمک حاصل کرنا

۸- مرادہم [Ointment]

۹- معاجین [Confection]

ساتویں اور آٹھویں صدی عیسوی سے عربوں کا زمانہ شروع ہوتا ہے،

جہاں سے علمی کاموں کی ابتداء ہوئی۔ عباسی عہد [۷۳۹ء - ۱۲۵۸ء] جو اس

عہد کا سنہری دور تھا، جس میں مختلف علوم و فنون کے علاوہ طب پر خصوصی توجہ

رہی اور اس کے تعلق سے اہم کام انجام پائے، جس کی مرکزیت بغداد کو

حاصل تھی، جہاں یونانی کتب کے تراجم کیے گئے۔

رازی کے دارالتجربہ [Laboratory] میں درج ذیل اشیاء اور آلات دواسازی کی نشاندہی کی گئی ہے:  
 پکر، فلاسک، چھوٹی شیشیاں، بیسن، جگ، بھٹی، سینڈھاتھ، واٹھ باتھ،  
 قرع انیق، قیف، کھرل، ہاؤن دستہ اور ادویہ کے نمونوں کے علاوہ  
 مختلف معدنیات۔

### ۳- ابوالقاسم الزہراوی [۹۳۶ء-۱۰۱۳ء]

زہراوی نے معدنی ادویات اور قیمتی ججریات کو دو اہم استعمال کرنے کی ابتداء کی۔ اس نے عرقیات حاصل کرنے والے آلات کو بہتر بنانے کی کوشش کی، سرکہ حاصل کرنے کے طریقوں پر روشنی ڈالی۔

### ۴- ابو منصور [وفات: ۹۷۰ء]

اس نے پوٹاشیم کی خصوصیات اور حاصل کرنے کے طریقوں سے روشناس کرایا۔ حفظانِ صحت کے نقطہ نظر سے پانی کے اچھے اور خراب ہونے کے فرق پر روشنی ڈالی۔ اس نے سب سے پہلے Plaster of Paris ہڈیوں کے کسر کو ٹھیک کرنے کے لیے استعمال کر کے اس کی افادیت سے طبی دنیا کو متعارف کرایا۔

### ۵- ابو ریحان البیرونی [۹۳۷ء-۱۰۵۰ء]

اس نے فارمیٹی اور شناخت ادویہ کی سب سے اہم کتاب 'الصیدنہ فی الطب' تصنیف کی جس سے اس فن کو بے حد فائدہ پہنچا۔

### ۶- شیخ الرئیس بعلی سینا [۹۸۰ء-۱۰۳۷ء]

چاندی اور سونے کو حب کی شکل میں سب سے پہلے استعمال کرانے کا سہرا ابن سینا کو ہے۔ تیزاب، گندھک اور الکوحل کے طبی افعال و خواص کو پیش کیا۔ الکوحل سے زخموں کی ڈریننگ کرنے کے فائدے بتائے۔

### ۷- علی بن عباس الحجوی [وفات: ۹۹۳ء]

اس نے امراض کے علاج کے سلسلے میں دو اہل پر تجربات کے لیے جانوروں کی ضرورت اور اہمیت کے علاوہ تجربات کے لیے احتیاطی تداپر کو پیش کیا۔

### ۸- ابو مروان عبد الملک بن زہر [۱۱۱۳ء-۱۱۶۲ء]

ابن زہر نے غذا پر ایک اہم کتاب 'الاغذیہ سپر قلم کیا، جس میں غذا

- |  |   |
|--|---|
| <p>۳- اصول التراکیب فی الادویة</p> <p>۴- اصول ترکیب</p> <p>۵- مقالہ فی تراکیب الادویة المركبة</p> <p>۶- دستور الادویة المركبة</p> <p>۷- البغیۃ فی الادویة المركبة</p> <p>۸- رسالت التکلیس</p> <p>۹- الصیدنہ فی الطب</p> <p>۱۰- منہاج الدکان و دستور الاعیان</p> <p>۱۱- فن دواسازی [Pharmaceutical Science] میں</p> | <p>محمد بن جندی</p> <p>نجیب الدین سرفندی</p> <p>ابوالقياس ابن روبیہ</p> <p>داود بن ابوالبیان</p> <p>ابن الجزار</p> <p>ابن سینا</p> <p>ابوریحان البیرونی</p> <p>ابونصر عطاء اسرائیلی</p> <p>فی اعمال و ترکیب الادویة [۲۳ واس-۲۵ واس باب]</p> <p>عربی عہد کے ان ماہر اور یگانہ روزگار دو اسازوں کا ذکر بھی ضروری ہے جنہوں نے فن دواسازی</p> <p>گراس قدر خدمات انجام دی ہیں۔</p> |
| <p>۱- جابر بن حیان [وفات: ۸۵۰ء]</p>  |   |

فن دواسازی میں جابر بن حیان نے اپنی جدت طبع سے وہ حسن و فنخار پیدا کیا ہے کہ آج تک اطباء میں وہی طرز عمل بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ تیزابات و نمکیات معدنی بنانے کے ذرائع اور وسائل سے طبی دنیا کو روشناس کرایا۔ عمل تکلیس، عمل تصعید، عمل ترشح، عمل تبخر اور عمل تقطیر کا بھی موجود یہی جابر بن حیان ہے۔ دھاتوں کو کسی مرکب سے جدا کرنے کا راز معلوم کرنے میں یہ طبیب کامیاب نظر آتا ہے۔ مورخین کا قول ہے کہ جابر نے ۱۰۰۰ اکتائیں صرف علم کیمیا پر تحریر کی ہیں، مگر افسوس کہ صرف چند کتابوں کا ہی ذکر ملتا ہے۔ ابوکبر محمد بن زکریار ازی کو جابر بن حیان کی تالیفات بے حد پسند تھیں اور اس نے جابر بن حیان کی ایک کتاب کو منظوم بھی کیا ہے۔

۲- ابوکبر محمد بن زکریار ازی [۸۲۵ء-۹۲۵ء]

اس نے سب سے پہلے شراب اور عرقیات کو دوائی مقصد کے لیے استعمال کرایا۔ پارہ [Mercury] کا مرہم تیار کیا۔ رازی نے دواؤں کے اثرات معلوم کرنے کے لیے انسانوں کے ساتھ جوانوں پر تجربات کیے۔ چیچک اور خسرہ پر سب سے پہلے اس نے تفصیلات پیش کیں۔ بخار کے بارے میں یہ نظریہ پیش کیا کہ یہ خود کوئی مرض نہیں، بلکہ دوسرے امراض کے نتیجے میں لاحق ہوتا ہے۔

سکندر	۳- قربادین سکندر
حکیم اکبر ارزانی	۴- مجربات اکبری
حکیم فیروز الدین	۵- مخزن الکسیر
حکیم فیروز الدین	۶- منہاج النزاں [اردو]
حسین الدین احمد	۷- الکسیر مع التسیر
نذریا احمد نگوہی	۸- جامع الالکسیر
حکیم عبدالستار	۹- جواہر کشته
حکیم عبدالحقیق	۱۰- صناعة التکلیف
التحفة الحامدیة فی الصناعة التکلیفیة	۱۱- حکیم اجمل خان
يونانی اطباء، خصوصاً مسلم اطباء نے فن دوازی کی ترقی کے لیے اپنی اعلیٰ تر صلاحیتوں کا استعمال کیا، جو طب یونانی کا ایک قیمتی سرمایہ اور اس کی تاریخ کا ایک روشن باب ہے۔	

### كتابيات

- ۱- القانون: شیخ الرئیس بولی بینا، جلد ۵، المطبع النامی لکھنؤ، ۱۳۰ھ
- ۲- المخاوی الکبیر فی الطب: محمد بن زکریار ازی، جلد ۲، ۱۴۰ھ
- ۳- مجلہ دائرۃ المعارف العثمانیہ، حیدر آباد، دکن، الہند، ۱۷۱۴ء
- ۴- طب العرب: حکیم سید علی احمد نیز وسطی، مطبوعات ادارہ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور، پاکستان، ۱۹۵۲ء
- ۵- تذکرة اولو الالباب: داؤ دانطا کی، ازہریہ پر لیں، مصر، ۱۹۲۳ء
- ۶- منہاج الدکان و دستور الاعیان فی اعمال و تراکیب الادویہ: ابو نصر عطار اسرائیلی: دارالکتب العربیہ الکبیری، مصر، ۱۸۸۶ء
- ۷- عربین میڈیسین، ایڈورڈ جی براؤن، ایم بی ایف- آر-سی- پی، کیکبرج، یونیورسٹی پر لیں، ۱۹۲۱ء
- ۸- عربین میڈیسین: ڈاکٹر ڈونالڈ یکپبل، جلد ا، لندن، ۱۹۲۶ء
- ۹- کتاب الصیدنہ فی الطب: ابو ریحان البیرونی، مرکز دانش گاہ تہران، ۱۹۷۳ء
- ۱۰- منہاج الصیدنہ والکیمیاء، محمد رفیق الدین، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی  
علی گڑھ، ۱۹۸۰ء
- ۱۱- پیاض کبیر [حصہ سوم]: حکیم کبیر الدین: ملک دین محمد سنسن لاهور، ۱۹۵۵ء

•••

کی معالجاتی اہمیت کو بیان کیا ہے۔ اس نے سب سے پہلے ٹھنڈے پانی کو بخار کرنے کے لیے استعمال کیا۔ اچھی اور خراب ہوا کے صحت پر مرتب ہونے والے اثرات کو بتایا۔

۹- ابن بیطار [۱۲۲۸ء- ۱۱۹۷ء]  
اس کی سب سے اہم تصنیف الجامع لغفرادات الادویہ والا غذیہ ہے، جس میں ۱۲۰۰ ادواؤں کی تفصیلات پیش کی گئی ہیں۔ اس نے عملی تقطیر کے ذریعے عرق گلاب تیار کرنے کے طریقوں کو تفصیل سے لکھا ہے۔  
۱۰- ابو القاسم العراقي [۱۳۰۵ء صدی عیسوی]  
اس نے سب سے پہلے مندر سفوف [Anaesthetic Powder] تیار کیا، جس میں کافور، اجوائی خراسانی، بھنگ، افیون بطور خاص شامل تھیں۔

تیرہویں صدی عیسوی میں ہندوستان میں مسلمانوں کے حصول اقتدار کے ساتھ ساتھ طب یونانی نے رواج پایا۔ بھنگ مراکز قائم ہوئے، شفا خانے کھلے، عرب و ایران سے روابط بڑھے اور طب یونانی کو بیہاں فروغ پانے کا موقع ملا اور اس طرح اس کی ترویج و ترقی ہوئی۔

سوہویں سترہویں صدی عیسوی کو ہندوستان میں طب کی نشأة ثانیہ کا دور کہہ سکتے ہیں۔ اس دور میں مغلیہ سلطنت کے پایہ تخت آگرہ میں، قطب شاہی دارالخلافہ حیدر آباد دکن میں طب کو خاص طور پر ترقی ملی اور طب کو آسان بنانے کے لیے اسے عربی سے فارسی میں منتقل کیا گیا۔ خمیرہ کی ایجاد اسی دور میں ہوئی:

خاندان شریفی اور خاندان عزیزی کی خدمات علم الادویہ کے باب میں بہت اہم ہیں۔ اس عہد کی ایک درختان شخصیت حکیم اجمل خان نے ہندوستانی دواخانہ قائم کر کے ایک نمایا کام انجام دیا اور فن دوازی کو باقاعدہ نصابی شکل دی نیز طبیہ طب کو دوازی کی عملی تربیت دے کر ترقی کی ایک نئی راہ ہموار کی۔ ہندوستان میں حکیم علی گیلانی نے روغن دیودار حاصل کرنے کے طریقہ اور افادیت کو پیش کیا، جو جدید طریقہ علاج میں آج بھی بکثرت مستعمل ہے۔

ہندوستان میں فن دوازی پر متعدد کتابیں لکھی گئی ہیں جن میں چند درج ذیل ہیں:

۱- تراکیب الادویہ مہدی حسن بن مولوی محمود عالم

۲- تراکیب ادویہ مہدی حسن محمد حسن بشارت خاں

## فصل۔ ایک اہم طریقہ علاج

☆ حکیم جاوید احمد خاں

☆ طبیبہ شگفتہ کھہت

☆☆ حکیم منصور احمد صدیقی

ابن القف مسیحی کا خیال ہے:

فصدا ایک تفرق اتصال ہے، جو ایک مخصوص آله کے ذریعہ وریدوں  
میں بالارادہ پیدا کیا جاتا ہے۔

قرشی کے بقول:

نشرتیا کسی اور تیز دھار والے آلے کے ذریعہ جسم انسان سے خون  
خارج کرنے کا نام فصد ہے۔

تعداد عروق مقصودہ:

فصدا زمرة قدیم ہی سے اطباء یونان کے معول میں تھا، لیکن اس کی  
صحیح تعداد کے بارے میں کوئی واضح ثبوت نہیں، بلکہ بعد کے اطباء نے ان  
کی تعداد کو مختلف کتابوں سے سمجھا کر کے ان پر روشی ڈالی ہے۔ ابن القف  
اسیکی کے نزدیک عروق مقصودہ کی طاق اور جفت جمیع تعداد ۳۲۴ ہے۔ ابن  
ہبل بغدادی کے یہاں ۳۱۰ گوں کا بیان ہے اور زکر یارازی نے صرف ۲۹  
وریدوں کا ذکر کیا ہے۔ ابوالقاسم زہراوی کے نزدیک عروق مقصودہ کی تعداد  
۳۲ ہے۔ ان میں ۱۶ سر میں ہیں اور دونوں باہمیوں و ہاتھوں میں ۱۰ ہیں،  
دونوں پنڈلیوں و پیروں میں ۶ ہیں۔

علی گیلانی کے مطابق بدن کی ساری عروق مقصودہ کی تعداد جن میں  
وریدیں اور شریانیں دونوں شامل ہیں، ۳۶ ہیں۔ حالانکہ اطباء قدیم کے

فصدد طب یونانی میں ۵۵۰ قبل مسیح سے پہلے رائج ہے اور اس کی  
اہمیت و افادیت سے متعلق اختلافات کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ یہ طریقہ  
علاج اگرچہ عمومی سطح پر رائج نہ تھا، مگر مخصوص علاقوں میں کافی حد تک یہ  
استعمال تھا، یہاں تک کہ اٹھار ہوں اور انیسوں میں صدی عیسوی میں اس  
طریقہ علاج کو بہت شہرت حاصل ہوئی۔

اطباء قدیم نے اس موضوع پر بہت زیادہ لکھا ہے اور عروق مقصودہ  
کی تعداد اور فصد سے ہونے والے طبی فوائد پر تفصیل سے بحث کی ہے۔  
جس میں جالینوس کی کتاب الفصد، قسطابن اوقا کی کتاب الفصد، ثابت بن  
قرہ کی جوامع کتاب الفصد جالینوس، اسحاق بن عمران کی کتاب الفصد،  
رازی کا مقالہ فی الفصد، ابن سینا کا رسالت فی العروق المقصودہ المسماة لغایۃ  
العق دی فی علم الفصد، ابن پیشتم کی استعمال الفصد، یونانیں ماسویکی کتاب فی الفصد  
والجamatہ اور شریف خان کی دستور الفصد خاص اہمیت کی حامل ہیں۔

تعریف:

فصدد عربی لفظ ہے جس کے معنی 'کھولنا' ہیں۔

ابن ہبل بغدادی کے بقول:

فصدا ایک ایسا استفراغ گلی ہے، جو خون اور اس کے ساتھ ملی ہوئی  
غالب خلطوں کو رگوں کی تجاویف سے نکالتا ہے۔

☆ کچھ ردو یونانی میڈیکل کالج، دیوبند، سہارپور  
☆ پروفیسر نیشنل انٹریٹیوٹ آف یونانی میڈیسین، بیگلور

سماہی جہان طب، نئی دہلی

نژدیک کل عروق مخصوصہ ۲۶ تھیں۔

فصد کے لیے محض و قسم کے لوگ اہل و مناسب ہیں:

اول: وہ لوگ جو کثرتِ خون کے امراض میں بنتا ہو جانے کی استعداد رکھتے ہوں، مثلًا:

۱- وہ لوگ جو عرق النساء دموی، نفرس دموی، وجع مفاصل دموی میں بنتا ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

۲- وہ لوگ جو ریسے کے رگ کے پھٹ جانے کے باعث نفث الدم کی شکایت میں بنتا ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

۳- وہ لوگ جو خون کی زیادتی کی صورت میں وہ صرع، سکته، مانخولیا، خناق، اور ام احتشام اور مدار میں بنتا ہونے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

۴- وہ لوگ جن میں خون بوا سیر کے سیلان کی عادت ہوا و راب وہ بند ہو گیا ہو۔

#### عروق مخصوصہ:

نمبر شمار	اسماء عروق	مقام	امراض
۱	عرق الیافونخ	سر کا بالائی حصہ، جو چند یا پر واقع ہے۔	شقيقة، قروح راس۔
۲	عرق الصدغ	دونوں کنٹی کی ریسے۔	شقيقة، صداع مزمن، امراض چشم۔
۳	عرق الماق	اندر وینی گوشہ چشم کی ورید۔	صداع، شقيقة، رمد مزمن، دماغ، پھولہ، جرب الاجحان۔
۴	عرق خلف الاذن	وہ مقام جہاں کان کا بالائی سرا، سر کے بالوں سے ملا قی ہے۔	ابتداء نزول الماء، گنج، سر کی پرانی پھنسیاں۔
۵	عرق ارنبه	وہ مقام جہاں ناک کا سر ادو حصول میں پھشا ہوا سامعلوم ہوتا ہے۔	کلف، ہکدر، بوا سیر انف، حکمة الانف، بادشام۔
۶	عرق تحت اللسان	زبان کے نیچے ذقون کی اندر وینی جانب۔	خناق، اور ام اوزتین۔
۷	عرق عفقة	زیریں لب اور ٹھوڑی کے مابین۔	بخار فم۔
۸	ورید الجبهہ	دونوں ابرؤوں کے درمیان۔	صداع مزمن، آنکھوں کا بھاری پن۔
۹	چپار رگ	ہر ہونٹ میں دودو رگ۔	قروح فم، فلائع، در دلش، اور ام لش، بوا سیر لش، استر خاء۔
۱۰	وداحین	گردن میں ہوتی ہیں۔	جدام، خناق، ضيق النفس، ربوجار، ذات الریه، امراض طحال۔
۱۱	باسلين	کہنی کے جوڑ کے قریب کلائی میں اندر وینی جانب۔	ذات الجبب، در دمودہ و جگر، اور ام جگر و طحال۔
۱۲	اسیم	خضرو بنصر کے درمیان کاف کے پشت پر۔	دا میں میں امراض جگر و قلب، با میں میں امراض طحال۔
۱۳	ابطی	کلائی کے بطن میں باسلین سے اندر کی طرف۔	وجع صدر، وجع قلب، شوصہ۔
۱۴	جل الذراع	کلائی کے جوڑ بیرونی جانب قیقال کی شاخ ہے۔	امراض راس و گردن۔
۱۵	قیقال	کہنی کے جوڑ کے قریب بیرونی جانب۔	امراض راس و گردن، سرسام دموی، خناق، رمد، وجع اذن۔

امراض راس، گردن و شکم، مانخولیا، صداع، ذات الصدر۔	کہنی کے جوڑ کے سامنے۔	اکل	۱۶
عرق النساء، دواى، نقرس، دوار، داء الصدف۔	ران کی بیرونی جانب۔	عرق النساء	۱۷
درد پشت، ورم گرد و خصیہ، اختباں حیض، وجع مقعد، بواسیر۔	مفصل رکبہ کا وہ حصہ جوڑ یہ جوڑ مرتا ہے۔	عرق ما بضر رکبہ	۱۸
درد پشت، ورم گرد و خصیہ، اختباں حیض، وجع مقعد، بواسیر۔	صفن کی ایک شاخ ہے ایڑی کے نس کے پیچھے واقع ہے۔	خلف العرقوب	۱۹
درد پشت، ورم گرد و خصیہ، اختباں حیض، وجع مقعد، بواسیر۔	اندرونی جانب گھٹنے کے پاس۔	صفن	۲۰

- ☆ بگران کے دن یا مرض کے دورہ کی حالت میں فصد نہ کریں۔
- ☆ کچیم شحیم لوگوں میں جن کے بدن ڈھیلے ہوں، ان میں فصد منوع ہے۔
- ☆ ۱۲ سال سے کم اور ۲۰ سال سے زائد لوگوں میں کسی اشد ضرورت کے بغیر فصد نہ کریں۔
- ☆ بخار کی حالت میں منوع ہے۔
- ☆ اسہال ذرب، خلفہ اور ضعف معدہ و جگر کی صورت میں بھی فصد منوع ہے۔

#### نقشانات:

- |       |        |
|-------|--------|
| ☆ قبض | ☆ عطش  |
| ☆ ضعف | ☆ غثشی |

وہ امراض جن میں فصد کو اطباء نے بغرض علاج بیان کیا ہے:

مقام	امراض	نمبر شمار
وداجین، قیفال	سکته	۱
پیشانی کی فصد	صداع	۲
جس جانب درد ہواں طرف کی رگ	صداع شفیقتہ	۳
ناک کی رگ	ورم دماغ	۴
اخذین، اکل	صداع دمبوی	۵
اکل یا صافن	مانخولیا	۶
صدغین	صداع حار	۷
قیفال	آخذہ	۸
پیشانی کی رگ	برسام	۹
اکل	کراز	۱۰
اکل، کان کے پیچھے کی رگ	سردر	۱۱

#### فصد کھولنے کے شرائط:

اگر خون تنام روگوں میں منتشر اور قوام میں ریتی ہو تو نفع کے بغیر فصد لینی چاہیے۔ اگر خون کسی خاص عضو میں بند ہو، جیسے بعض اوقات وجع مفاصل اور نقرس کی صورت میں ہوتا ہے یا خون میں غلظت اور لزووجت کے ساتھ اخلاط کا امتلاء ہو تو نفع کا انتظار کیے بغیر فصل نہیں کھولنا چاہیے۔

#### فصد کے آداب:

فصد سے قبل آس پاس کی اور قریبی شریان کو معلوم کر کے ان کو نشان زد کر دینا چاہیے۔

جس رگ کی فصد کھونی ہواں کا چھپی طرح تلاش کر کے فصد کرنا چاہیے۔

اکثر اوقات فصد کے لیے پٹی باندھنے پر فصد کی رگ پھول جاتی ہے، ایسی صورت میں نفع کے زائل ہونے کے بعد ہی فصد کریں۔

جب تک خون کا قوام غلیظ اور اس کی رنگت سیاہ ہو، اس کو بندہ کریں اور جب قوام معتدل اور رنگت سرخی پر آجائے تو بند کریں۔

اگر فصد والی رگ کے علاوہ غلطی سے کسی دوسرا رگ پر نشتر لگ جائے تو بغیر کسی اہم اور اخطراہی ضرورت کے دوبارہ اسی روز فصد نہ کریں۔

#### ممنوعاتِ فصد:

- ☆ دائیٰ قبض کی صورت میں فصد نہ کریں۔
- ☆ قونخ ورمی کے علاوہ دیگر تمام اقسام قونخ میں فصد منوع ہے۔
- ☆ حمل اور ایام حمل کے دوران فصد نہ کریں۔
- ☆ لاغر اور قلیل الدم لوگوں میں فصد منوع ہے۔
- ☆ سخت سردی اور گرمی کے موسم میں فصد نہ کریں۔
- ☆ استعمال غذا اور جماع کے بعد فصد منوع ہے۔

-	قرود چشم	۲۱
سرارو، قیفال	آشوب چشم	۲۲
ہاتھ کی رگ	وجع چشم	۲۳
ماقین	خشونت اجفان	۲۴
-	نقاء اعین	۲۵
-	نزول الماء	۲۶
-	اتساع حدقہ	۲۷
ماقین	ضعف بصر	۲۸
-	بہراپن	۲۹
-	سدہ اذن	۵۰
سرارو	درود نداں	۵۱
-	اورام حلق	۵۲
-	کوئے کا اترنا	۵۳
-	قلاء	۵۴
زیر زبان، قیفال	ضفدع	۵۵
زیر زبان	ذبحہ	۵۶
اکھل	حرارت قلب	۵۷
اکھل	ورم غلیظ قلب	۵۸
باسلین	ذات الجسب	۵۹
اکھل، قیفال	ورم صدر حمار	۶۰
-	ذات الریه	۶۱
ما بض، باسلین	شوشہ	۶۲
-	ورم امعاء	۶۳
باسلین	قے	۶۴
باسلین [دائیں جانب]	ورم معدہ حمار	۶۵
باسلین	ورم جگر دموی	۶۶
باسلین	وجع معدہ	۶۷
باسلین	وجع کبد	۶۸
باسلین، جبل الذراع، اسیلم [دائیں جانب]	یریقان	۶۹

-	حوالہ کا مکدر ہونا	۱۲
پیشانی کی رگ، ماق	سل	۱۳
-	وردیخ	۱۴
-	شعیرہ	۱۵
-	ورم چشم	۱۶
ماقین، ہنی کی رگ	عشاء	۱۷
ورم مشانہ	حواظ	۱۸
ماق، ذراع	جب اجفان	۱۹
سرارو	وجع گوش	۲۰
-	کان کا بند ہونا	۲۱
-	رعاف	۲۲
-	ورم لش	۲۳
اکھل	بدبوئے دہن	۲۴
-	ورم مری	۲۵
-	حرارت دہن	۲۶
سرارو، زیر زبان	ورم لسان	۲۷
باسلین	اختلاج قلب	۲۸
باسلین [دائیں جانب]	خفقان	۲۹
قیفال، صافن، سرکی شریان، اکھل	صرع	۳۰
پیشانی کی رگ	قطرب	۳۱
قیفال	کابوس	۳۲
اکھل	تشخ	۳۳
-	تمد	۳۴
-	دوران سر	۳۵
-	لیثرغس	۳۶
پیشانی کی رگ	قرانیطس	۳۷
-	مانیا	۳۸
اکھل، کان کے پیچھے کی رگ	دوار	۳۹
-	فالج	۴۰

	بسیق، اسیم	وجع و درم طحال	۹۹
-		زخم و خارش قضیب	۱۰۰
	بسیق	درم قضیب حار	۱۰۱
-		دواہی خصیہ	۱۰۲
-		بثور خصیہ	۱۰۳
-		جریان منی	۱۰۴
	صافن	اختناق الرحم	۱۰۵
	بسیق	قرود رحم	۱۰۶
-		سیلان الرحم	۱۰۷
-		لثخ رحم	۱۰۸
	صافن، مابض رکبه	احتباش نفاس	۱۰۹
اکل		کثرت طمث	۱۱۰
-		حصاة مثانہ	۱۱۱
-		عسر بول	۱۱۲
-		وجع مفاصل حار	۱۱۳
	بسیق	دواہی	۱۱۴
-		وجع پشت	۱۱۵
-		ایلاوس	۱۱۶
	بسیق	کبڑا پن	۱۱۷
اکل		وجع درک	۱۱۸
	سرارو، پس گوش	گنج	۱۱۹
-		ذیابیطس	۱۲۰
اکل		جرب و حکہ	۱۲۱
	بسیق	سونو خس	۱۲۲
	پس گوش	سعفة	۱۲۳
قیفال		کلف	۱۲۴
-		کسر خلع	۱۲۵
-		زخم	۱۲۶
-		خنازیر	۱۲۷

-		بول الدم	۷۰
-		فریسموس	۷۱
-		کثرت شہوت	۷۲
-		قردھی	۷۳
-		حرقت بول	۷۴
-		اختراج ذکر	۷۵
	بسیق، صافن	ورم رحم	۷۶
	صافن	اعباں طمث	۷۷
	صافن	اختناق الرحم	۷۸
-		استحاضہ	۷۹
	صافن	زلق رحم	۸۰
	بسیق	سرطان رحم	۸۱
		جود الدم کلیہ	۸۲
	بسیق	نقرس	۸۳
	بسیق	داء الغیل	۸۴
	بسیق، عرق النساء	عرق النساء	۸۵
-		استققاء	۸۶
-		سنج	۸۷
		جدام	۸۸
		ضيق انفس	۸۹
		ما بض، بسیق	۹۰
	بسیق، صافن، اکل	نفت الدم	۹۱
	بسیق	قولج	۹۲
	بسیق	فواق	۹۳
-		بثور معدہ	۹۴
-		صلابت کبد	۹۵
-		دبیله کبد	۹۶
	بسیق	اسہال	۹۷
-		صغر کبد	۹۸

-	خناق	۱۵۸
-	بسلیق	۱۵۷

## خلاصہ کلام:

فصد طبِ یونانی کا ایک اہم معالجاتی طریقہ ہے، جس کے ذریعہ سے تقریباً تمام نظام مہارے جسمانی کا علاج کیا جاتا ہے اور اس کے خاطر خواہ نتائج برآمد ہوئے دیکھا جاسکتا ہے۔ جس کو اطباء نے اپنی کتابوں میں مشاہدات و مجربات کے ضمن میں ذکر کیا ہے۔ طبِ جدید میں بھی فصد کو بعض امراض کے علاج کے ضمن میں پیش کیا جاتا ہے۔ لہذا ضرورت اس بات کی ہے کہ فصد کے ذریعہ علاج کو مریضوں کے حالات اور مرض کو نظر میں رکھتے ہوئے جدید تحقیقات کی روشنی میں تحریر میں لایا جائے، تاکہ اطباء کا بیان کردہ وہ قیمتی سرمایہ جو بر سہابہ س کے تحریفات کی روشنی میں لوگوں کے لیے مشعل را تھا، آج موجودہ وقت میں بھی مفید اور کارآمد ہے۔

مراجع و مصادر



-	سرطان	۱۲۸
-	ورم کلیپہ و مثانہ	۱۲۹
-	شرمی	۱۳۰
-	حمرہ	۱۳۱
-	دما میل	۱۳۲
-	سموم	۱۳۳
-	جدری	۱۳۴
-	تینیش لون	۱۳۵
-	سرارو	۱۳۶
-	بھق اسود	۱۳۷
-	سلاق	۱۳۸
-	اسہال	۱۳۹
-	قوبا	۱۴۰
-	حکمہ رحم	۱۴۱
-	امتناء	۱۴۲
-	جمی رفع	۱۴۳
-	غمش	۱۴۴
-	ثا لیل	۱۴۵
-	نمله	۱۴۶
-	داخ	۱۴۷
-	بواسیر	۱۴۸
-	داء الشعلب	۱۴۹
-	احتباس بول	۱۵۰
-	طاعون	۱۵۱
-	عرق مدنی	۱۵۲
-	انور سما	۱۵۳
-	حصبه	۱۵۴
-	نتوع مقدم	۱۵۵
-	قولخ	۱۵۶
-	ورم کلیپہ و مثانہ	۱۵۷



# جسم انسانی اور غذا

☆ حکیم نسیم احمد

☆ حکیم ملک محمد وامق امین

☆☆☆ حکیم خالد زمال خاں

صحت کا دار و مدار اچھے اور صحت مند خون پر ہے، جو صرف اچھی غذا سے حاصل ہوتا ہے۔ رب طبری نے اس ضمن میں لکھا ہے:

”جب غذا بدن میں داخل ہوتی ہے تو سب سے پہلے خون میں اضافہ کرتی ہے، اس کے بعد گوشٹ میں اور پھر بھی غذا تمام اعضاء میں افراش کا باعث بنتی ہے۔“

مزید لکھتے ہیں:

”جب غذا بدن میں داخل ہوتی ہے تو جسم کے تمام اجزاء میں افراش ہوتی ہے اور اسی افراش جسم کا نام نشوونما ہے۔“

غذا کی ضرورت پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”ہر زندہ چیز غذا کی محتاج ہے، تاکہ سورج کی روشنی اور ہوا کی وجہ سے اس کے بدن کا جو حصہ تخلیل ہو جائے اس کا بدل ماتخلل حاصل ہو سکے۔“

ارسطو کا قول نقل کرتے ہیں:

”انسان قوتِ حس کی بنا پر حیوان، عقل کی بنا پر مفکر اور حرکت و غذا

غذا جسم انسانی کے لیے بہت اہم اور ضروری ہے، کیونکہ انسان بقاء شخصی کے لیے ایسی چیزوں کا محتاج ہے، جو اس کی نوع کو قائم رکھ سکیں۔ یہی وجہ ہے کہ طبیعت میں توالدو تناسل کا رجحان موجود ہے۔ ظاہر ہے کہ توالدو تناسل کا مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا، جب تک کہ انسان میں قوتِ نمونہ ہو اور قوتِ نموض ف غذا کے ہی ذریعہ حاصل ہو سکتی ہے۔ اس سے صاف نتیجہ یہ نکلا کہ غذا کی طلب بھی درحقیقت بقاءِ نوع ہی کی طلب ہے۔ چنانچہ مہذب الدین ابو الحسن بن احمد بن علی بن ہبل بغدادی کتاب المختارات فی الطب، حصہ اول میں لکھتے ہیں:

”غذا جب وارد بدن ہوتی ہے تو قوت طبیعیہ اس پر غائبہ پانے، اس کی تفریق، اس کو پیسے اور ہضم کرنے میں لگ جاتی ہے، غذا کے خلاصہ کو لے کر اسے اجزاء بدن میں تخلیل شدہ مادے کا بدل بنا دیتی ہے، جس سے انسانی جسم میں بڑھوتی ہوتی ہے اور قوت طبیعیہ اس کی رطوبات کے مواد کے حفاظت کرتی اور حرارت غریزی یہ کوچھ کا کر جسم کو معنڈل طور پر گرم کر دیتی ہے۔“<sup>[۱]</sup>

☆ پی. جی. اسکارل، شعبہ کلیات، اجمل خال طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆ پروفیسر و صدر، شعبہ کلیات، اجمل خال طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

☆ پروفیسر، شعبہ کلیات، اجمل خال طبیہ کالج، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی، علی گڑھ

کی بنا پر نامی واقع ہوا ہے۔“

ارسطو کا قول نقل کرتے ہوئے مزید لکھتے ہیں:

”ہر تنفس تین چیزوں سے قائم ہے۔ ایک قوت غاذی، دوسرا

حرارت غریب یہ اور تیسرا چیز غذا ہے۔“

انسان کی زندگی میں قوت صحت کا دار و مدار ہوا اور کھانے پینے پر ہے — اور ان میں غذا کو بہت بڑی اہمیت حاصل ہے، کیونکہ انسان غذا کے بغیر روز بروز گھلنا جاتا ہے اور صحت میں ذبولی کیفیت لاحق ہو جاتی ہے، جس کے نتیجے میں بذریح کمزور ہو کر صحت گنو بیٹھتا ہے۔ اس لیے غذا کی ضرورت منجلہ جسم انسانی اور انفرادی طور پر تمام اعضاء کی نشوونما میں کیساں طور پر ہوتی ہے۔“

مزید لکھتے ہیں:

”جب غذا اعضا ہم میں داخل ہوتی ہے تو اعضاء کی شکل و صورت اور اعضاء ہی کی تراش و خراش اختیار کر لیتی ہے۔ فرق صرف اس قدر ہوتا ہے کہ بعض اعضاء کی غذا بعض اعضاء کی غذا سے مختلف ہوتی ہے [یعنی ہر عضو کی غذا اس کی ساخت کی متناسب سے ہوتی ہے، ظاہر ہے اس طرح ایک عضو کی غذا دوسرے عضو کی غذا سے مختلف ہو گی۔] لہذا [یہ معلوم ہونا چاہیے کہ] غذا کا وہ حصہ جو کان کی طرف جاتا ہے، اس حصے سے مختلف ہوتا ہے جو آنکھ کی طرف جاتا ہے [یعنی کانوں کی پروپریوپریوٹر کے اور قسم کی غذا ہوتی ہے اور آنکھوں کی نشوونما کے لیے اور قسم کی غذا۔] اسی طرح غذا کا جو حصہ گوشہ گوشہ کی طرف جاتا ہے وہ اس حصے سے مختلف ہوتا ہے جو ہڈی کی طرف جاتا ہے۔ اس لیے کہ ہر عضو [اپنی ضرورت کے مطابق] غذا کے اسی حصے کو لیتا ہے، جو اس [کی جسمانی ساخت] سے مشابہ ہوتا ہے۔“

غذا کی ضرورت کے متعلق ربن طبری لکھتے ہیں:

”جسم [کی نشوونما] کے لیے یہ کافی ہے کہ غذا اعضا ہم کے صرف کسی ایک جزو تک پہنچ جائے [یعنی غذا کا عضو کے کسی صرف ایک جزو تک پہنچ جانا ہی کافی ہے]۔ اسی سے اس پورے عضو کی نشوونما ہو جائے گی، جیسا کہ [ہم] دیکھتے ہیں کہ [جام] صرف گردن کے مقام سے خون کا اخراج کرتا ہے، لیکن صرف گردن کے مقام سے خون نکالنے ہی کی بنا پر تمام جسم کے خون میں کی واقع ہو جاتی ہے [حالانکہ جام نے کچھ صرف گردن کے مقام پر لگائے تھے۔ تمام جسم پر نہیں۔] اس کی وجہ یہ ہے کہ جب گردن کے مقام سے خون کا اخراج ہو جاتا

ہے تو جسم کے دوسرے حصوں کا خون کھینچ کر گردن کی طرف آ جاتا ہے۔ اسی طرح غذا ایک عضو کے بعد دوسرے عضو میں افزائش کا سبب بنتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ تمام جسم تک پہنچ جاتی ہے۔ جسم کو نقصان اس وقت پہنچتا ہے، جب کہ غذا کی مقدار قوتِ غاذی سے زیادہ ہو جاتی ہے۔ لہذا قوتِ ہاضمہ کمزور ہو جاتی ہے اور اپنے غصے کی بنا پر غذا کو پھنج دینے سے قاصر رہتی ہے۔ اس کی وجہ سے غذا اور ہبھولی بدن دونوں فساد پذیر ہو جاتے ہیں اور اس سے جسم [کے نشوونما] میں کی واقع ہو جاتی ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسے ہی ہے جیسے اگر شراب میں پانی کی مقدار زیادہ ہو جائے تو شراب کی قوت کم ہو جاتی ہے [ٹھیک اسی طرح اگر جسم انسانی میں غدا فساد پذیر ہو جائے تو جسم کی نشوونما رک جائے گی اور جسم لا غیرہ ہو جائے گا۔]“

ابو الحسن احمد بن محمد طبری ”المعالجات البقراطیہ“ میں جسم انسانی کے لیے

غذا کی ضرورت اجاگر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”چونکہ بدن ہمیشہ تخلیل ہوتا رہتا ہے، کیونکہ خارج سے آفتاب طلوع ہو کر گرمی پہنچتا ہے اور ہوا کے ذریعہ حیوانات، بیاتات، دریا اور درندوں وغیرہ کی طرح اس کی بھی رطوبتیں جذب کرتا رہتا ہے نیز بدن کی حرارت غریبیزی کی اندر سے بخارات اور پسینے کے ذریعہ رطوبتوں کو تخلیل کرتی رہتی ہے لہذا الازماً جسم بدل ماتخلل کا محتاج ہے اور چونکہ بدن کا قوام اسی مادہ پر ہے، جس سے وہ غذا حاصل کرتا ہے اس لیے طبیعت کو حرکت شہوت کا سبب بنایا گیا یا ایسا مادہ ہے جو طحال سے فم معدہ تک ایسی رگ کے ذریعہ آتا ہے جو دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے، دو حصوں میں تقسیم اس لیے ہو جاتی ہے کہ اگر ایک بیکار ہو جائے تو دوسری کام کرے۔ یہ خلط ترش اور معتدل ہوتی ہے چنانچہ شہوت کو تحریک دیتی ہے، اسی حالت کا نام بھوک ہے۔“

پروفیسر سید علی حیدر جعفری اپنی کتاب معالجات حمیات میں ربن طبری کے حوالے سے غذا کی ضرورت کے سلسلے میں لکھتے ہیں:

”غذا میں استحصال مختیل شے کی کیفیت میں اضافہ کے لیے ہوتا ہے۔ گویا غذا جو شے کم ہو گئی ہے اس کو پورا کرنے کا ذریعہ ہوتی ہے۔ تخلیل کا سلسلہ ہر ذی حیات میں جاری رہتا ہے۔ اسی کی کو پورا کرنے کے لیے ہر ذی حیات کے لیے غذا ضروری ہوتی ہے۔“

اسی سلسلے میں مزید لکھتے ہیں:

”غذا صرف تخلیل شدہ شے کا بدل ہی نہیں تیار کرتی بلکہ نوعی و شخصی

آدمی کو آٹھ دس روز تک غذانے ملے تو وہ بھوک سے مر جائے گا۔“  
غذا کی ضرورت کے بارے میں تفصیل سے لکھتے ہیں:  
”مختفی جسمانی حرکات و افعال کے سبب زندگی میں ہر روز بلکہ ہر لمحہ ہمارا جسم تخلیل ہوتا رہتا ہے، یعنی اس کا کوئی نہ کوئی حصہ خرچ ہوتا رہتا ہے، مثلاً جس وقت ہم کوئی کام کرتے ہیں یا اچلتے پھرتے ہیں یا بولتے یا سانس لیتے یا سوچتے ہیں تو اس میں ہمارے جسم کا کوئی نہ کوئی حصہ خرچ ہو کرنا کارہ ہو جاتا ہے، جس کو ہم بطور فصلہ [پسند، بول و برآز وغیرہ] جسم سے خارج کر دیتے ہیں۔ پس اس طرح جو حصہ جسم صرف ہوتا ہے اس کی کمی کو پورا کرنے کے لیے خوارک کی ضرورت پڑتی ہے اور خوارک ہی سے جسم میں گردی پیدا ہوتی ہے۔ لہذا دباؤ توں کے لیے غذا کھاتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہمارا جسم جوہر وقت تخلیل ہوتا یا گھٹتا رہتا ہے اس کی کمی پوری ہوتی رہے اور دوسرے یہ کہ اس میں حرارت پیدا ہو کر وہ گرم رہے۔ چنانچہ اگر جسم کو کافی غذانے پہنچنے تو وہ لاغر اور کمزور ہو جاتا ہے۔ اس میں کام کا ج کرنے کی طاقت نہیں رہتی۔ پھر کمزوری کے سبب مختلف قسم کی بیماریاں ہو جاتی ہیں، جیسا کہ قحط سائی میں لوگ بیسیوں قسم کے امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔“

**مزید لکھتے ہیں:**

”جب غذا جسم کی پروش کرتی اور اس کو گرم رکھتی ہے تو یہ ضروری ہے کہ غذا ہمیشہ ایسی کھانی چاہیے جس میں زیادہ غذا بیت ہو اور وہ جزو بدن ہو جائے۔ اگر غذا میں یہ خاصیتیں نہ ہوں تو وہ غذائناقص ہے اور ناقص یا خراب غذا سے جسم کی پروش نہیں ہو سکتی۔ اس لیے کہ ناقص غذا کھانے سے جسم کمزور ہو جاتا ہے اور کئی قسم کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں۔“<sup>[۲]</sup>

**حکیم محمد رضی الاسلام ندوی کتاب المرشد کے اردو ترجمہ میں جسم انسانی کے لیے غذا کی ضرورت کو اس طرح سے بیان کرتے ہیں:**  
”چونکہ بدن انسانی میں بھی تحمل ہوتا رہتا ہے، اس لیے اس کے بقا کی صورت یہی ہے کہ اسے تحمل ہونے والے اجزاء کا بدل مانا رہے۔ اسی ذریعہ سے اس کا نہ ہو سکتا ہے اس لیے کہ نمو کی صورت یہی ہے کہ جو کچھ اسے حاصل ہو رہا ہے وہ تخلیل ہونے والی شے سے زیادہ ہو۔“

**غذا کی ضرورت پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:**  
”ہر وہ چیز جس میں نہ ہوتا ہے اسے حاصل ہونے والی غذا تخلیل

ضرورت کے تحت نشوونما کے سلسلے کو آگے بڑھاتی بھی ہے۔ غذا جب بدن میں داخل ہوتی ہے تو اسی غذا سے خون، عضلات، عظام اور مادہ تولید کی جاتی ہیں، اسی کو جمیع طور پر نشوونما کہا جاتا ہے۔“  
مزید ہیں:

”غذا جس طرح صحیت و تندرستی کی حالت میں ضروری ہوتی ہے ایسے ہی جب صحیت و تندرستی بگڑتی ہے اور وہ مرضی ہو جاتا ہے تو اس کو بھی غذا دینا ضروری ہوتا ہے۔ فرق یہ ہوتا ہے کہ مرضی حالت میں غذا کا اصول بدل جاتا ہے۔ اس کے اصول و قوانین مرض کے اعتبار سے الگ الگ ہو جایا کرتے ہیں۔ تندرستی کی حالت میں صحیت پیش نظر ہوتی ہے، اسی کے مطابق غذا کے اصول مرتب ہوتے ہیں لیکن بیماری کے عالم میں مرض کی اہمیت ملحوظ خاطر ہوتی ہے۔ اس کے لحاظ سے غذا تجویز کی جاتی ہے، جس طرح کامرض ہوتا ہے اسی کے لحاظ سے غذا تجویز کی جاتی ہے۔“<sup>[۳]</sup>

**اسی طرح کلیات طب سنتی ایران میں دکتر محسن ناصری غدا کی ضرورت پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں:**

”غذا کی ضرورت اس لیے ہے کہ بدن انسان عنانصر اربع اور اخلاقی اربع سے مرکب ہے اور ان میں تغیر و تبدل و تحمل کا عمل ہمیشہ جاری رہتا ہے، لہذا ان کے قیام و بقا کے لیے متوازن و معتدل غذا کی ضرورت پیش آتی ہے جو کیفیت اور کیتے کے اعتبار سے مناسب ہو۔ صحیت کی حفاظت کے لیے صاف ستری تازہ غذا میں مناسب مقدار میں ضروری ہیں۔ مثلاً گیوں کی روٹی، چاول، بکری کا گوشت، ایک سال کی گائے یا چھڑے کا گوشت یا چھ ماہ کے بزرگالہ کا گوشت، کبک، چوزہ، مرغ، تازہ مچھلی وہ بچھل جو غذا بیت رکھتے ہوں جیسے انگور، انجیر وغیرہ کیونکہ ان کے اندر مٹھاں ہوتی ہے اور شکریات کو بگرد جذب کرتا ہے اور خون کی پیدائش کرتا ہے اور یہ خون ہی سارے جسم کی غذا ہے، اسی طرح مٹھائیوں میں سے جو مٹھائیاں شکر، بادام اور دیگر مغزیات سے تیار کی گئی ہوں، ان کو بھی استعمال کرنا چاہئے۔“<sup>[۴]</sup>

**حکیم غلام جیلانی مخزن حکمت، جلد اول میں غذا کی ضرورت کے سلسلے میں لکھتے ہیں:**

”غذا سے جسم کی پروش ہوتی ہے۔ اس میں طاقت آتی ہے اور وہ گرم رہتا ہے۔ قیام صحیت اور بقاء حیات کے لیے ہو اور پانی کے بعد غذا ایک نہایت ضروری جیز ہے۔ چنانچہ اگر ایک تندرست و توانا

- ۸- کلیات طب سنتی ایران، دکتر محسن ناصری، دکتر حسین رضایی زاده، دکتر رسول چوپانی، احمد آن پژوهشی، طب سنتی ایران، دانشگاه شاہد، تهران، ۱۳۸۷ء، ص ۱۹۹۵
- ۷- مخزن حکمت، جلد اول، حکیم غلام جیلانی، مفید عام پریس، چڑھی روڈ، لاہور، ۱۹۳۱ء، ص ۱۸۰ تا ۱۸۱
- ۶- کتاب المرشد، اردو ترجمہ، حکیم محمد رضی الاسلام ندوی، ترقی اردو یورو، نئی دہلی، ۱۹۹۲ء، ص ۲۸ تا ۲۹
- ۵- مخزن حکمت، جلد اول، حکیم غلام جیلانی، مفید عام پریس، چڑھی روڈ، دکتر رسول چوپانی، احمد آن پژوهشی، طب سنتی ایران، دانشگاه شاہد، تهران، ۱۳۸۷ء، ص ۱۲۹
- ۴- جامع الحکمت، جلد اول، حکیم محمد حسن قرشی، شیخ محمد بشیر اینڈ سنز، جلال الدین ہسپتال بلڈنگ، سرکلر روڈ، چوک اردو بازار، لاہور، ۱۹۳۵ء، ص ۱۳۳

•••

ہونے والے فضلات سے زائد ہوتی ہے اور ہر وہ چیز جس میں ذبول آتا ہے اس کے تخلیل ہونے والے اجزاء اُسے حاصل ہونے والی غذا سے زائد ہوتے ہیں۔<sup>[۷]</sup>

شفاء الملک حکیم محمد حسن قرشی جامع الحکمت، جلد اول میں بدن انسان کے لیے غذا کی ضرورت کے بارے میں لکھتے ہیں:

”ابطاع قدیم کا مقولہ ہے کہ غذا کو مغذی کے مشابہ ہونا چاہئے تاکہ وہ ٹھیک طور پر جسم کی پروش اور بدل ماتخلل فراہم کر سکے۔ یعنی مختلف حرکات اور افعال کے ذریعے جسم میں جس قدر تخلیل یا کمی پیدا ہوتی ہے، اس کو پورا کر سکے اور یہ اسی وقت ہو سکتا ہے جب غذا اپنی ترکیب میں اس جسم کے مشابہ ہو جس میں وہ جاتی ہے یعنی اس میں وہ تمام اجزاء کافی مقدار میں پائے جاتے ہوں جس کی جسم کو ضرورت ہے۔<sup>[۸]</sup>

مندرجہ بالا آراء کی روشنی میں غذاہنیت کو درج ذیل امور کے لیے ضروری سمجھنا چاہئے۔

- اچھی غذاہنیت سے صالح اخلاق، خصوصاً مصالح پیدا ہوتا ہے۔
- اچھی غذاہنیت سے جسم کی تعمیر ہوتی ہے۔
- غذا تخلیل شدہ اجزاء کا بدل ماتخلل فراہم کرتی ہے۔
- غذاہنیت سے رطوبت غریز یہ قائم رہتی ہے۔
- غذاہنیت حرارت غریز یہ کے لیے اینہن کا کام کرتی ہے، جس سے جسمانی توانائی اور قوت پیدا ہوتی ہے۔

### مصادر و مراجع

- ۱- کتاب المختارات فی الطب، حصہ اول، مہندب الدین ابو الحسن بن احمد علی بن هبل بغدادی، اردو ترجمہ، سنشرل کوئسل فاریریسرچ ان یونانی میڈیں، نئی دہلی: ص ۱۱۶
- ۲- فردوس الحکمت فی الطب، ابو الحسن علی بن هبل رب بن طبری، اردو ترجمہ، حکیم رشید اشرف ندوی، ہمدرد فاؤنڈیشن پریس، کراچی اور قومی طبی کاؤنسل، اسلام آباد، پاکستان، ۱۹۸۱ء، ص ۳۲۱ تا ۳۲۶، ۳۲۲
- ۳- المعالجات البقراطیہ، حصہ سوم، اردو ترجمہ، ابو الحسن احمد بن محمد طبری، سنشرل کوئسل فاریریسرچ ان یونانی میڈیں، نئی دہلی، ۱۹۸۷ء، ص ۹۵
- ۴- معالجاتِ حمیات، پروفیسر سید علی حیدر جعفری، زہرہ باغ، علی گڑھ،

١٣- جلد

جذوری - مارچ ۲۰۱۲ء

شماره - ۳

١٣ - جلد

جذوری - مارچ ۲۰۱۲ء

۳ - شماره

حلہ - ۱۳

جولونگ - ۲۰۱۳ء

۳ - شماره

١٣ - جل

جذري - ١٢٤٣

شش

1

2018-1-16 13

16

۱۵

2018-1-16 12

۱۷

158

۱۵۷ | ۶ ۲

三

جـ ٣

جذري - ج ٢ | ٣٠

١٣ = جمل

جیفروں کے سلسلہ جو ۱۲۰۰ء میں تھے

٣ - ش

١٣ = جمل

جیفونیکس ۱۲ جولائی ۲۰۲۴ء

۲۰۷